ایڈیٹر
سید مبشر احمد ایاز

محترم ملک خالد مسعود صاحب امیر مقامی و ناظر امور عامہ تیسری سالانہ صنعتی نمائش منعقدہ ۱۴ تا ۱۶ اگست ۱۹۹۷ء کا افتتاح فرماتے ہوئے۔

ضلع فیصل آباد کا بھرپور سٹال تنکوں سے بنائے ہوئے خوبصورت اور دیدہ زیب ماڈلز سے آراستہ۔
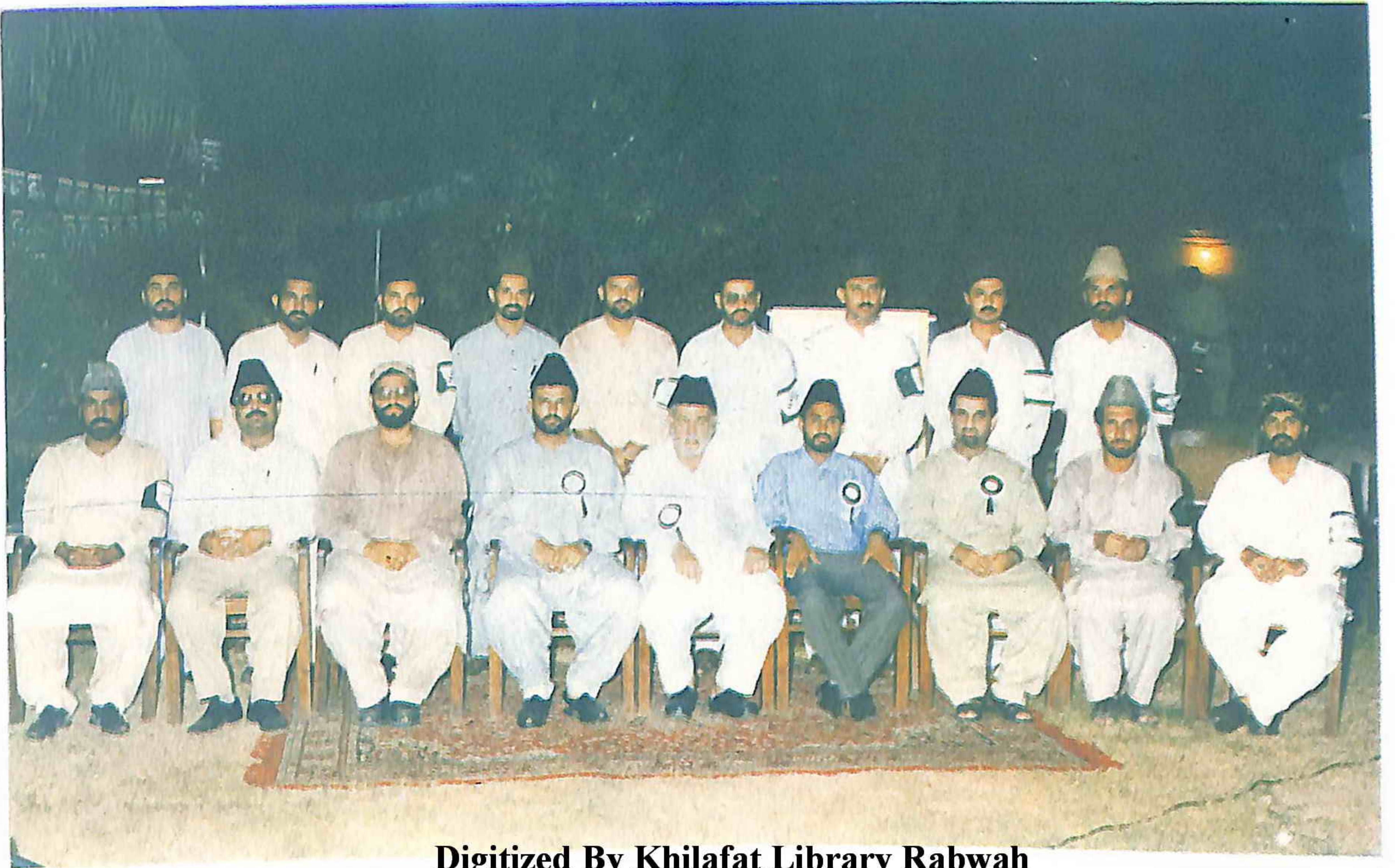
انتظامیہ صنعتی نمائش ۱۹۹۷ء محترم سید میر مسعود احمد صاحب انچارج شعبہ تخصص کے ہمراہ۔ آپ اختتامی تقریب کے مہمانِ خصوصی تھے۔ آپ کے دائیں محترم راجہ منیر احمد خان صاحب صدر مجلس خدام الاحمدیہ پاکستان اور بائیں جانب مکرم نصیر احمد صاحب انجم ناظم اعلیٰ صنعتی نمائش ۱۹۹۷ء تشریف فرما ہیں۔

پاکستان بھر سے تشریف لائے ہوئے شرکاء نمائش

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

جلد 45 شمارہ 11

احمدی نوجوانوں کے لئے

ماہنامہ خالد ربوہ

تبوک 1376 ہش

ستمبر 1997ء

★★★★

ایڈیٹر:
سید مبشر احمد ایاز

فہرست مضامین

رابطہ آفس: دفتر ماہنامہ "خالد" دار الصدر جنوبی ۔ ربوہ

قیمت ۔/6 روپے ★ سالانہ ۔/60 روپے

مینجر: مبارک احمد خالد

پبلشر: مبارک احمد خالد ۔ پرنٹر: قاضی منیر احمد ۔ مطبع: ضیاء الاسلام پریس ۔ ربوہ

اداریہ

خدام الاحمدیہ اور خدمتِ خلق

گزشتہ دنوں بارشوں اور سیلاب نے نظام زندگی کو تباہ کر کے رکھ دیا۔ گو کہ اب بارشوں کا سلسلہ ختم ہو چکا ہے اور بپھرے ہوئے دریاؤں کا پانی بھی اب کناروں سے نیچے اتر رہا ہے لیکن جو تباہی اور نقصانات ہو چکے ہیں ان کو پورا کرنے کے لئے اب ایک وقت چاہئے۔ اور صرف وقت ہی نہیں ان تباہ حال اور متاثرہ لوگوں کو تعاون اور مدد کا ہاتھ بھی چاہئے۔ گھروں سے بے گھر ہونے والے، جو بے گھر تو نہیں ہوئے لیکن گھروں میں یا گھروں کا رہ کیا گیا ہے ایسے بھی ہیں۔ اور طرح طرح کے مسائل کا شکار ہیں اور ایسے وقت میں ان لوگوں کا حق ہے کہ ہر طرح سے ان کی خدمت کر کے، انہیں سہارا دے کر دوبارہ ان کو ان کے قدموں پر کھڑا کیا جائے۔ ان کی خدمت کی جائے۔ خدمت خلق کا لفظ جب ذہن میں آتا ہے تو دو باتیں واضح ہو جاتی ہیں۔ ایک "خدمت" اور دوسرا خلق یعنی مخلوق، مخلوق میں تو ساری ہی خلق آ جائیگی۔ اور پھر سب سے پہلے بنی نوع انسان، انسانیت، گویا انسانیت کی خدمت بلا تمیز رنگ و نسل، بلا لحاظ ملک و ملت و مذہب، بس یہ دیکھنا ہے کہ ہمارا یہ بھائی اس وقت مدد کا محتاج ہے۔ اس کو ضرورت ہے تعاون کی اور ہم ٹھہرے خادم۔ خدمت کرنے والے۔ ہاتھ بٹانے والے۔ ہماری تو سرشت میں ہی خدمت کا جذبہ ہونا چاہئے اور اللہ کے فضل سے ہے۔ ہمارے لئے جو "اسوہ" ہیں۔ ان کی زندگی ایسی ہی خدمتوں سے روشن ہے اس لئے ہر احمدی خادم کو اپنے مقام اور فرض اور نام کو پہچاننا چاہئے اور اس نام اور مقام کو سامنے رکھتے ہوئے دکھی انسانیت کی خدمت میں سب سے آگے رہ کر سب سے زیادہ بے لوث اور مخلصانہ خدمت کا مظاہرہ کرنا چاہئے۔

ان حالات میں آپ خراب اور تباہ شدہ راستوں اور سڑکوں کی تعمیر وقار عمل کے ذریعہ کر سکیں گے، لوگوں کی چاردیواری اور گھروں کی تعمیر میں تعاون کر سکتے ہیں۔ کھانا کھلائیں۔ ضروریات زندگی مثلاً استعمال کے لئے کپڑے، اشیائے خورد نوش کا اہتمام ہوگا۔ پھر ایک اور اہم بات سیلاب کی وجہ سے پھیلنے والی بیماریوں کی روک تھام اور بیماروں کا علاج ہے۔ اور اس میں دیگر طریق علاج کے ساتھ ساتھ ہومیو پیتھی کو بھی استعمال میں لائیں۔ ایک نہایت سستا اور فوائد کے اعتبار سے نہایت قیمتی طریق علاج اور خاکسار کے نزدیک اگر کسی طریق علاج کو "تیر بہدف" کہا جا سکتا ہے تو ہومیو پیتھی ہے۔ تو ہومیو پیتھی ادویات کے ذریعہ بھی علاج کریں غرضیکہ ہر قسم کی خدمت کے لئے مستعد ہو کر اپنے بھائیوں اور وطن کی خدمت کریں۔ جماعتی نظام کے تابع یا انفرادی اور اجتماعی سطح پر۔

دلوں کو خدمت اور محبت کے جذبہ سے بھر کر، سروں پر اپنے بھائیوں کے لئے اشیائے صرف اور کھانے پینے کی چیزیں رکھ کر، چہروں پر محبت کی بشاشت لئے ہوئے اپنے بھائیوں کے پاس جائیں اور ان کو کھلائیں اور ان کی خدمت کریں۔ ان کے کام میں ان کا ہاتھ بٹائیں۔ کسی بھی جزا یا شکریہ کی توقع کے بغیر۔ محض خدا کی رضا کی خاطر دل میں ان آیات قرآنیہ کو سامنے رکھتے ہوئے۔

"اور اس (خدا) کی محبت پر مسکین اور یتیم اور اسیر کو کھانا کھلاتے ہیں اور کہتے جاتے ہیں کہ اے لوگو! ہم تم کو صرف اللہ کی رضا کے لئے کھانا کھلاتے ہیں نہ ہم تم سے کوئی جزا طلب کرتے ہیں نہ تمہارا شکر چاہتے ہیں۔" (الدھر: آیت 9:10)

محض خدا کی خاطر، کیونکہ ہم خادم ہیں۔ خدام الاحمدیہ ہمارا نام ہے۔ اور ہمارا کام خدمت ہے۔ تو بھلا شکریہ کس بات کا۔ ہمیں تو ہمارے نام اور کام اور اس محبت نے بے چین کیا ہے اور ہم تمہارے پاس دوڑے چلے آئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ آپ سب کا حامی و ناصر ہو۔ آمین

مذہب کی اہمیّت اور ضرورت

مذہب کے متعلق چار اہم سوالات اور ان کے جواب

(از تحریرات حضرت مولانا غلام رسول صاحب راجیکی)

(نمبر۱):۔ مذہب راستہ کو کہتے ہیں۔ جس کے ذریعہ انسان منزل مقصود تک پہنچتا ہے۔ عقل اس ضرورت کو محسوس کرتی ہے کہ انسان کے مقاصد حیات میں سے جو بھی مقصد ہو اس تک پہنچنے کے لئے کوئی راہ جو ذریعہ حصول مقصد ہو ضرور ہونی چاہئے۔

(نمبر۲):۔ انسان اپنی زندگی کے قیام اور بقا کے لئے بہت سے اسباب اور سہاروں کا محتاج ہے۔ جس طرح انسان کا اپنا جسم مع ذرات جسم کے اور اس کی اپنی روح مع قویٰ و حواس کے اس کی اپنی پیدا کردہ نہیں اسی طرح وہ اسباب اور وہ سہارے کہ جن پر اس کی زندگی کے قیام و بقا کا مدار ہے وہ بھی اس کے اپنے پیدا کردہ نہیں اور نہ خرید کردہ ہیں اور نہ مانگ کر ہی اس نے لئے ہیں کیونکہ انسان کی پیدائش سے بھی پہلے کے یہ پیدا شدہ ہیں۔

(نمبر۳):۔ غور کرنے سے ہمیں نظام عالم میں ایک گہرا تعلق اور مضبوط رابطہ معلوم ہوتا ہے۔ مثلاً آنکھ کا سورج سے تعلق ہے۔ کان کا فضا (ہوا) سے کیونکہ آنکھ بغیر سورج کی روشنی کے بے کار رہتی ہے اور کان بھی ہوا کے ذریعہ ہی کلام سنتے ہیں اور پھیپھڑے اور قلب کے لئے ہوا باعث حیات ہے۔ ایسا نظام کامل جو علم اور قدرت کے انتظام کا مقتضی ہے ایک ہستی کے وجود کی ضرورت کو ظاہر کرتا ہے جو کامل علم قدرت والی اور ہر پہلو سے اپنی شان میں بے نظیر اور بے مثال ہو۔

(نمبر۴):۔ انسان خود تو اپنے ارادہ اور اپنے اختیار سے پیدا نہیں ہوا کہ اپنی زندگی کا مقصد خود مقرر کر سکے بلکہ انسانی زندگی کا مقصد مقرر کرنا اسی کا حق ہے کہ جس نے اسے پیدا کیا ہے۔

(نمبر۵):۔ انسان اپنے حوائج کے لئے ذرہ ذرہ کا محتاج ہے جو اس کے خالق نے اس کی پیدائش سے بھی بہت پہلے پیدا کر دیئے ہیں۔ کائنات عالم کے تمام ذرات اور ان کے خواص کا اس کی خدمت کو بجالانا اس کے پیدا کرنے والے کی ان گنت نعمتوں میں سے ہے۔ جس سے ظاہر ہے کہ انسان کا خالق اس کے لئے کتنا بڑا محسن ہے اور محسن کے احسانات کی حسب منطوق جُبِلَتِ الْقُلُوبُ عَلٰی حُبِّ مَنْ اَحْسَنَ اِلَیْھَا کہ دل احسان کرنے والے کی محبت کے احساس پر پیدا کئے گئے ہیں۔ قدر کرنا اور اس سے محبت کرنا اس کا فطری مذہب ہے۔

(نمبر۶):۔ انسان اگرچہ اپنی فطرت کی رو سے عقل اور علم و عرفان کے حصول کیلئے اپنے اندر اعلیٰ استعداد رکھتا ہے لیکن جس طرح وہ جسمانی نشوونماء اور ظاہری تربیت کیلئے والدین اور دوسرے اسباب کا محتاج ہے اور جس طرح باوجود عقل اور علم رکھنے کے ایک بی۔اے اور ایم۔اے کی قابلیت کا انسان باوجود روشن دماغ اور چشم بینا کے زمینی راستے جو آنکھ کو نظر آتے ہیں اور بدیہیات اور مشاہدات کی چیز معلوم ہوتے ہیں۔ جب تک واقف انسان نہ بتائے خود بخود معلوم نہیں کر سکتا اور یہی وجہ ہے کہ جن چیزوں کے انسان نام سیکھتا ہے یا علوم حاصل کرتا ہے خواہ وہ طب ہو خواہ فلسفہ اور حکمت یا ریاضی اور تواریخ وغیرہ ہو ان کے حصول کیلئے استادوں کی تعلیم اور رہنمائی کا محتاج ہے اور جو کچھ اس نے سیکھا ہے اگر استادوں سے نہ سیکھتا تو خود بخود اسکا سیکھنا اس کیلئے سخت مشکل اور دشوار ہوتا بلکہ وہ زبان اور نطق و گویائی جس کے ذریعے انسان پوچھ کر علم حاصل کرتا ہے اگر

اسے یہ بولی اور زبان سے کلام کرنا بھی دوسروں کے ذریعے حاصل نہ ہوتا تو اکبر بادشاہ کے گنگ محل کے آزاد طبع انسانوں کی طرح صرف حیوانوں کی آواز اور شور و غوغا سے بڑھ کر اور کچھ جوہر ظاہر نہ کر سکتا۔

قاعدہ کے حروف سمجھنے تک تو یہ عاجز انسان استاد کی رہنمائی کا محتاج ہے تو پھر روحانی اور عرفانی اور ربانی علوم کے لئے روحانی استادوں اور معلموں کی تربیتی ضرورت کا کیونکر محتاج نہ ہوگا۔

(نمبر۷):۔ عقل بھی آنکھ کی طرح بے شک مفید چیز ہے لیکن جس طرح آنکھ اندھیرے میں کچھ نہیں دیکھ سکتی اور خارجی روشنی کے بغیر خواہ کس قدر ہی بینا کیوں نہ ہو۔ ہرگز دیکھ نہیں سکتی بلکہ اندھے کی آنکھ کے مشابہ ہے۔ اسی طرح عقل کا حال ہے کہ اس کے لئے مذہبی اور روحانی علم کے بغیر جو الہام الٰہی کے ذریعہ خدا کی طرف سے مختلف مدارج کی روشنی رکھتا ہے صحیح ادراک کرنا اور یقینی معلومات تک خود بخود پہنچنا ناممکنات سے ہے۔

(نمبر۸):۔ عقل کی مثال آنکھ کی ہو تو الہامی نور اور مذہبی روشنی دوربین کے شیشے کے مشابہ ہے اور ظاہر ہے کہ جو کچھ انسان خوردبین اور دوربین کے شیشہ کے ذریعہ باریک سے باریک اور دور سے دور چیز دیکھ سکتا ہے وہ محض آنکھ سے نہیں دیکھ سکتا۔ یہی بات اپنی مثال میں انوار نبوت و رسالت سے تعلق رکھتی ہے کہ جو کچھ خدا کا نبی اور رسول وحی نبوت و رسالت کے نور کے ذریعہ دیکھتا ہے وہ دنیا کے دانشمند اور عقلاء محض عقل و دانش سے ہرگز نہیں دیکھ سکتے اور نہ عقل کے ذریعہ انکشاف حقائق میں علم کا وہ یقینی مرتبہ ہی حاصل ہو سکتا ہے جو انوار نبوت کے ذریعہ حاصل ہوتا ہے۔

(نمبر۹):۔ خدا کے نبی اور رسول جو خدا کی طرف سے آئے اور اب تک آتے رہے خواہ وہ مختلف زمانوں میں آئے اور مختلف ملکوں اور زبانوں میں یا مختلف قوموں میں آئے مگر سب کے سب حسب منطوق وَلَقَدْ بَعَثْنَا فِي كُلِّ أُمَّةٍ رَّسُولًا أَنِ اعْبُدُوا اللَّهَ وَاجْتَنِبُوا الطَّاغُوتَ اور ضرور ہم نے ہر قوم میں رسول یہ تعلیم دیکر بھیجے کہ اللہ کی عبادت کرو اور باطل معبودوں سے بچو توحید الٰہی کی تعلیم لیکر آئے اور سب نے اپنی اپنی قوم کے آگے لا الہ الا اللہ کی تعلیم کو پیش کیا لیکن جہاں عقل نے اپنے ڈھکوسلوں سے کام لینا شروع کیا توحید کے عقیدہ کو بگاڑنے کے ساتھ کسی قوم نے اہرمن اور یزدان دو خداؤں کی پرستش کرائی کسی قوم نے تثلیث کا باطل عقیدہ منوا کر ضلالت کے گڑھے میں گرایا۔ کسی قوم کو عناصر کی پرستش کسی کو اجرام سماویہ و ارضیہ کی پرستش کرائی اور مشرک قوموں میں سے متفقہ طور پر کوئی قوم بھی ایک عقیدہ پر قائم نہیں پائی جاتی اور یہ افتراق اقوام عالم محض عقلی راہنمائی کے نتیجہ میں ظاہر ہو رہا ہے ورنہ انبیاء کی تعلیم صرف توحید پر دنیا کو قائم کرنے والی ہوتی ہے۔

(نمبر۱۰):۔ مادی عقل والوں کی عقلی تحقیق کا یہ حال ہے کہ حکمائے یونان اپنی تحقیق سے زمین کو ساکن اور آسمان کو دولابی صورت میں چکر کھانے والا اور کواکب کو کوئیں کی ٹنڈوں اور ڈولوں کی طرح آسمان سے پیوست شدہ مانتے رہے اور بعد کے حکماء کی جدید تحقیق نے اس تحقیق کو غلط قرار دیکر اس پر پانی پھیر دیا اور موجودہ سائنس دانوں نے تجارت اور مشاہدات کی باریکیوں سے جہاں اپنی مادی عقل سے بال کی کھال اتار کر دکھائی اور سائنس کی موشگافیوں سے صنائع جدیدہ کا دروازہ کھول کر سٹیمر، ہوائی جہاز، ریل، تار برقی، ریڈیو، ٹیلی ویژن وغیرہ ایجادیں کیں وہاں اسی مادی عقل نے دنیا کا امن برباد کرنے کے لئے ہوا و ہوس کے بندوں سے آتشبار بم اور خونریز آتشی اسلحہ سے ملکوں کے ملک اور شہروں کے شہر ویران اور کھنڈرات بنا دیئے اور قوموں کو حربی جہنم کا ایندھن بنا کر راکھ کر دیا۔

(نمبر۱۱):۔ عقل انسانی صرف مادی قوانین ناقص طور پر تیار کر سکتی ہے جن کی خرابیوں کے نتائج آئے دن دنیا کی اقوام کو بھگتنے پڑتے ہیں اور ان میں تبدیلیاں کرنی پڑتی ہیں پس اس کے لئے کسی ایسے ضابطہ اور مجموعہ قوانین کی ضرورت ہے جو تمام انسانی ضروریات کے مطابق ہو اور انسانی تنگ خیالی اور تنگ نظری سے مبرا ہو۔

(نمبر۱۲):۔ انسانی قوانین کی گرفت کا خطرہ تمام لوگوں کو ہر وقت خلوت اور جلوت میں بدیوں اور بداخلاقیوں سے روکنے میں بالکل ناکام و ناکارہ ثابت ہوا ہے مگر روحانی ضابطہ ہر حالت میں انسان کو بدیوں سے روکتا ہے اور اس بارے میں کامیاب ثابت ہوا ہے لہٰذا ضرورت مذہب ثابت ہے۔

اب ذیل میں ان سوالات کے جوابات درج کئے جاتے ہیں جو

بالعموم مذہب کے متعلق کئے جاتے ہیں۔

سوال:۔ کیا مذہب انسان کی عقل کو کند کرتا ہے؟

جواب:۔ (۱) عقل آنکھ کی طرح ہے۔ کیا آنکھ کو ظاہری روشنی یا سرمہ بصارت افزاء یا دور بین اور خورد بین کا شیشہ کند کرتا ہے یا تیز کرتا ہے پس جس طرح کا فائدہ آنکھ کو خارجی نور اور روشنی اور خورد بین اور دور بین کے شیشہ وغیرہ کے ذریعہ حاصل ہو سکتا ہے اسی پر مذہب اور الہام کا فائدہ عقل کی نسبت قیاس کرلینا چاہئے۔

(۲):۔ اسلامی پیشگوئیاں جو نبی اسلام اور مسیح...(موعود۔) کے ذریعہ آج تک ظہور میں آئیں اور باوجود اسباب مخالفہ اور حالات نامساعدہ اور عقلی استدلالات کے مایوس کن فتوؤں کے....... نبی اور مسیح موعود کی کامیابیوں اور پیشگوئیوں کا وقوع میں آنا اور بالکل حرف بحرف اور لفظ بلفظ پورا اترنا عقول بشریہ سے یہ بالا تر واقعات صاف بتاتے ہیں کہ مذہبی الہام عقلی آنکھ کو تیز کرنے والی چیز ہے کیونکہ عقل کا منبع مشاہدات اور تجارب تک محدود ہے لیکن مذہب حق کی الہامی روشنی کا منبع قانون نیچر سے بالا خدائے علیم کا علم اور کلام ہے۔

(۳):۔ نبی کی بعثت سے پہلے لوگ منتشر ہوتے ہیں اور حقیقی اتحاد اور وحدت اور سچی ہمدردی جو نبی کے ذریعہ اس کی جماعت میں پیدا ہوتی ہے اس کی مثال دنیا میں مفقود ہوتی ہے یہ نظام وحدت بھی عقلی تدابیر سے حاصل نہیں ہو سکتا۔ بلکہ مذہبی تعلیم اور الہامی رہنمائی کے ذریعہ یہ نمونہ پیدا ہوتا ہے ہر ایک رسول جو صاحب سلسلہ کی حیثیت میں آیا جس کی سخت سے سخت اور شدید سے شدید مخالفتوں کے باوجود دنیا میں جماعت روحانی قائم ہوئی اور وہ اپنے مخالفین پر آخر غالب ہوا اور مادی عقل والے اور مادی عقل کی تدبیروں کو عمل میں لانے والے ہی اس کی جماعت کے مقابل مغلوب ہوئے۔ کیا اس سے سمجھ میں نہیں آتا کہ عقل کے مقابل الہامی بصیرت بڑھ کر ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام اور مثیل موسیٰ یعنی آنحضرت ﷺ جس بے کسی اور بے سروسامانی کے ساتھ دنیا میں آئے اور دعویٰ نبوت کو خدا کی طرف سے پیش کرنے والے ہوئے مادی عقل کی رہنمائی میں سوچ کر واقعات پر نگاہ ڈال کر نتائج اخذ کرنے والا کوئی شخص یہ کہہ سکتا تھا کہ ایسی بے سروسامانی کے ساتھ نبوت کے مدعی اور منجاب اللہ تبلیغ رسالت کرنے والے بھی دنیا میں جماعت بنا سکیں گے۔ اور ان پر کوئی ایمان لا سکے گا اور پھر اپنے باسرو سامان دشمنوں اور مخالفوں پر باوجود ان کی دنیوی حشمت اور شوکت و جلال کے جو فوجوں اور لشکروں کی عظمت کے ذریعہ ہیبت اور وحشت پیدا کرنے والی تھی کبھی موسیٰ فرعون اور فرعونیوں پر غالب آسکے گا اور مثیل موسیٰ یعنی رسول عربی صلعم کو کبھی ایسی قوت اور طاقت حاصل ہو سکے گی کہ جس سے آپ تمام عرب پر ہی نہیں بلکہ قیصرو کسریٰ کی حکومتوں پر غالب آ جائیں گے اور ایسا اتفاقی طور پر نہیں ہوا بلکہ اپنی بے سروسامانی کی حالت میں قبل از وقت تحدی کے ساتھ اپنے غلبہ اور اپنے دشمنوں کی شکست اور تباہی کا اعلان بھی کر دیا۔ کیا اس سے صاف طور پر سمجھ دار انسان اس بات کو سمجھ نہیں سکتا کہ مذہبی تعلیم اور الہامی بصیرت کا مرتبہ مادی عقل سے بہت بڑھ کر ہے اور یہ کہ عقل کو مذہب کند کرنے والا نہیں بلکہ تیز کرنیوالا اور اس کی بینائی و بنیش کو اور بھی ترقی دینے والا ہے۔

(۴):۔ عرب کے لوگوں کو دنیا وحشی اور حیوانوں سے بڑھ کر نہیں سمجھتی تھی پھر آنحضرت ﷺ کے مبعوث ہونے پر آپ کے شرف اتباع اور آپ کی تعلیم سے مسلمانوں کے دل اور دماغ میں ایسی اعلیٰ درجہ کی روشنی پیدا ہوئی کہ وہ لوگ ہر طرح کے علوم و فنون میں دنیا کے استاد مانے گئے۔ حضرت عمرؓ جیسے شخص نے جو قبل از قبول اسلام اونٹوں کا چرواہا تھا اسلام قبول کرنے کے بعد اپنے قلب صافی اور روشن ضمیری اور تیزی ذہانت میں وہ ترقی اور کمال حاصل کیا کہ اپنے چند سالہ دور خلافت میں اپنی سیاست کی حیرت انگیز بو قلمونیوں سے دنیا کی کایا پلٹ دی اور ایک نیا جہان اپنے نظام نو سے پیدا کر دیا اور آپ کے کارنامے جو حسن تدابیر سے آپ کی کامیاب خلافت کو چار چاند لگائے ہوئے ہیں آج یورپ والے جو دنیوی اور سیاسی عروج کے اعلیٰ مینار پر اپنے تئیں سمجھے بیٹھے ہیں کیا یہ تمام مادی عقل والے بہت سے سیاسی مسائل میں حضرت عمرؓ کی خوشہ چینی کرنے والے نہیں ہیں۔ کیا مذہب جس نے حضرت عمر فاروقؓ کی دینی دنیوی حسن تدابیر میں زمانہ کا یکتا بنا دیا اس نے اس مذہبی انسان کی عقل کو کند بنا دیا یا ترقی دے کر اور بھی تیز کر دیا پس حقیقت یہی ہے کہ مذہب عقل کو کند نہیں کرتا بلکہ اور بھی تیز بنا دیتا ہے۔

دوسرا سوال:۔ کیا مذہب دنیا میں لڑائی اور

فساد کا باعث ہے؟

جواب:۔ حقیقی امن بغیر صحیح مذہب کی تعلیم پر عمل کرنے کے دنیا کو کبھی حاصل نہیں ہوا کیا صحف انبیاء مثلاً تورات وانجیل کی تعلیم فساد اور لڑائی کی تعلیم دیتی ہے۔ جس میں یہاں تک لکھا ہے کہ اگر کوئی تیرے داہنے گال پر تھپڑ مارے تو دوسرا بھی اس کی طرف پھیر دے پھر قرآن مجید کی کیسی پاکیزہ تعلیم ہے کہ جس کا مقابلہ کوئی تہذیب و سیاست نہیں کر سکتی۔ بطور نمونہ صرف ایک آیت ہی ملاحظہ ہو۔

اِنَّ اللّٰہَ یَاْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْاِحْسَانِ وَاِیْتَاءِ ذِی الْقُرْبٰی وَیَنْھٰی عَنِ الْفَحْشَاءِ وَالْمُنْکَرِ وَالْبَغْیِ یقیناً اللہ تعالیٰ حکم دیتا ہے عدل و انصاف اور احسان اور قریبی رشتہ داروں جیسا سلوک کرنے کا اور روکتا ہے بے حیائی اور ناپسندیدہ باتوں اور بغاوت سے۔ پس عدل و احسان اور فطری ہمدردانہ سلوک پر عمل کرنا اور ذاتی بدی جو بدکار کی طرف سے کسی دوسرے تک اثر انداز ہوتی ہے اور المنکر کے نام سے موسوم ہے اور پھر وہ بدی جو اپنے محسنوں اور پاسبان حکومتوں اور امن کے حامیوں کے خلاف کی جاتی ہے ان سے خود بھی مجتنب رہنا اور دوسروں کو بھی مجتنب رکھنا یعنی عدل و احسان اور فطری ہمدردی کا سلوک دنیا میں عمل میں لانا اور فحشاء اور منکر اور بغی سے بچنا اور بچانا یہ چھ امور یا یہ چھ خصائل ایسے ہیں کہ اگر دنیا میں امن کی تعلیم جو امر و نہی کی صورت میں پیش کی گئی ہے رواج پذیر ہو جائے تو ہر طرف ہر ملک میں اور ہر قوم میں امن ہی امن قائم ہو جائے۔ دنیا میں ہزاروں لاکھوں عقلمند اور علم والے اگر کسی مجلس میں باہمی مشورہ اور رائے صائب سے زیادہ سے زیادہ تدبر اور غور کے بعد بھی امن عالم کے لئے کوئی قانون پاس کریں یا تعلیم رائج کریں تو قرآن کریم کی اس مختصر اور جامع مانع اور کامل تعلیم سے بڑھ کر نہ پیش کر سکیں گے۔

دنیا میں بدامنی عدل کی ضد یعنی ظلم سے ہوئی یا محسن کشی سے جو احسان کی ضد ہے یا والدین اور محسن حکومت کی بغاوت سے جو ایتاء ذی القربیٰ کی ضد ہے اگر یہ اضداد دور ہو جائیں تو پھر امن کی صورت ضرور پیدا ہو جائیگی اور اگر لف و نشر کے رو سے بصورت عکس دیکھا جائے تو فحشاء عدل کی ضد ہے اور منکر احسان کی اور بغی ایتاء ذی القربیٰ کی۔

دنیا میں جب بھی امن کی کامل اور صحیح طور پر صورت پیدا ہوئی تو خدا کے نبیوں اور رسولوں کے ذریعہ ہی پیدا ہوئی۔ تاریخ کے صفحات سے یہ معلوم ہو سکتا ہے کہ عرب میں رسول عربی ﷺ کی بعثت سے پہلے قوم عرب کن حالات میں سے گذر رہی تھی آیا امن میں یا فساد میں اور پھر آنحضرت صلعم کے ذریعہ پیدا شدہ جماعت نے بلحاظ امن کے کیسے اچھے حالات پیدا کئے پھر دنیا جانتی ہے کہ نبیوں رسولوں کی اتمام حجت کے بعد حسب دستور سنت الٰہیہ ماکنا معذبین حتی نبعث رسولا یعنی ہم عذاب دینے والے نہیں جب تک کہ رسول مبعوث نہ کرلیں۔ شریر مخالفوں کی تباہی اور ہلاکت کے لئے ضرور عذاب آیا کرتے ہیں چنانچہ قوم نوح قوم ہود قوم صالح قوم لوط قوم شعیب اور فرعونیوں پر عذاب آئے اور وہ عذاب اور ہلاکتیں اسی لئے موجب تباہی بنیں کہ نبیوں اور رسولوں کے مقابلہ میں شرارت کرنے والوں نے ہر طرح سے امن کو برباد کرنے کی کوشش کی اور انہوں نے درندہ ہو کر چاہا کہ زمین پر درندوں کا ہی قبضہ رہے اور خدا کے نیک اور امن پسند بندے زمین سے نابود کر دیئے جائیں۔ اس صورت میں خدا نے رسولوں کے ذریعہ ان شریروں کو پہلے بہت کچھ سمجھایا۔ لیکن جب وہ نہ سمجھے اور نہ شرارت سے ہی باز آئے تو خدا نے اپنے تباہ کن عذابوں سے اس گندے عنصر کو مٹا کر دنیا میں امن قائم کیا۔ پھر خدا کے رسولوں کو ماننے والی اور ان کی تعلیم پر چلنے والی جماعت ہمیشہ ہی محفوظ رہی ان شریروں سے بھی اور خدا کے عذابوں سے بھی نوح کی جماعت کے لوگ جو مومن تھے کشتی کے ذریعہ امن میں رہے اور خدا نے ان کی حفاظت فرمائی۔ اسی طرح ہودؑ، صالح وغیرہ رسولوں کی جماعت کو بھی ہر طرح امن حاصل رہا۔ جس سے صاف ظاہر ہے کہ خدا کے رسولوں کے ذریعہ مذہب کا اور مذہبی تعلیم کا دنیا میں پیش کیا جانا امن اور سلامتی کا باعث ہے نہ کہ فساد اور بدامنی کا اور عذاب صرف اور صرف لامذہبیت کے نتیجہ میں ظاہر ہوئے ہیں۔

(۲):۔ مذہب اور مذہبی تعلیم اور الہام الٰہی کا مسئلہ جو ازمنہ ماضیہ اور قرون سابقہ کی بات ہے شاید کوئی اسے فسانہ بے حقیقت اور داستان بے معنی خیال کرے لیکن موجودہ زمانہ کے حالات اور واقعات جو بصورت مشاہدہ ثابت کے مستحق ہیں ان سے کسی کو کیا انکار ہو سکتا ہے۔ حضرت سیدنا مسیح موعود و مہدی موعود اور موعود اقوام عالم اسی

دور جدید میں مبعوث فرمائے گئے آپ نے خدا تعالیٰ سے الہام پاکر ساری دنیا کے لئے یہ اعلان کیا کہ۔

صدق سے میری طرف آؤ اسی میں خیر ہے
ہیں درندے ہر طرف میں عافیت کا ہوں حصار

اسی طرح آپ نے یہ محبت بھرا پیغام بھی دیا کہ

امن است در مقام محبت سرائے ما

یعنی ہمارے مقام محبت سرائے میں ہر طرح امن ہی امن ہے۔ ہاں جو لوگ اپنی بداعمالیوں کی وجہ سے بربادی اور تباہی کے گڑھے کے کنارے کھڑے تھے آپ نے انہیں بھی خبردار کرتے ہوئے الہاماً فرمایا۔

"دنیا میں ایک نذیر آیا پر دنیا نے اسکو قبول نہ کیا لیکن خدا اسے قبول کرے گا اور بڑے زور آور حملوں سے اس کی سچائی ظاہر کر دیگا۔"

دنیا کا لفظ بتاتا ہے کہ آپ کا نبی اور نذیر ہو کر آنا ساری دنیا کے لئے ہے اور دنیا کا آپ کو قبول نہ کرنا بلکہ رد کرنا یہ بغاوت اور مخالفت پر دلالت کرتا ہے اور نبی اور نذیر کا لفظ بتاتا ہے کہ نبوت کے ذریعے آپ تمام دنیا کی قوموں کیلئے انذاری پیشگوئیاں بھی کریں گے اور تبشیری بھی کیونکہ نبی بشیر بھی ہوتا ہے اور نذیر بھی۔ اپنے لئے اور اپنی جماعت کیلئے جو آپ پر ایمان لاتا ہے حفاظت اور ترقی کی بشارتیں دینے والے اور اپنے مخالف کافروں اور شریر منکروں کیلئے عذابوں اور تباہی کی خبریں دینے والے اور انہی انذاری نشانات کے وقوع کو خدا کے زور آور حملوں کے الفاظ سے ذکر کیا گیا ہے اور ان کی اصل غرض خدا کی قبولیت کا اظہار ہے جس سے یہ ثابت ہو گا کہ آپ نعوذ باللہ مفتری اور کاذب اور مردود نہیں بلکہ خدا کے مقبول اور سچے نبی اور رسول ہیں چنانچہ ہزار ہا قسم کے نشان آپ کی پیشگوئیوں کے مطابق ظاہر ہوئے اور لاکھوں سعید روحیں آپ پر ایمان بھی لائیں اور مادی دنیا کے طالبوں اور پرستاروں کو ضلالت اور گمراہی کے تباہ کن اتھاہ سمندر سے ہدایت اور سلامتی کے کنارے پر پہنچانے کی غرض سے عتابات اور تنبیہات کے لئے ہولناک اور دہشت انگیز عذابوں کی صورت بھی پیدا کی گئی جو بروں کو مٹانے اور آئندہ بدی کے بیج کو اکھیڑ دینے کے لئے تھیں۔ دنیا کی کوئی قوم بھی اپنی مادی تدبیروں کے ذریعہ ان عذابوں سے محفوظ اور مامون نہ رہی اور جو بجائے نقصان اور تنزل کے دن دونی اور رات چوگنی ترقی پر ترقی کرتی چلی جا رہی ہے۔ وہ جماعت احمدی جماعت ہے۔ جس کی حفاظت اور امن اور ترقی کا واحد ذریعہ موجودہ زمانہ میں حضرت اقدس پر ایمان لانا اور آپ کی پیش کردہ تعلیم کے مطابق عقائد حقہ اور اعمال صالحہ کا نمونہ پیش کرنا ہے۔ آج بھی دنیا نے دیکھ لیا ہے کہ مذہب سے بیزار ہونے والوں اور دہریت کو اختیار کرنے والوں نے مذہب اور مذہبی زندگی کو ترک کر کے کیا لیا۔ کیا موجود جنگیں دنیا کی مادی عقلوں اور سائنس دانوں کی تدبیروں کا نتیجہ نہیں۔ کیا یہ بدامنی اور تباہی مذہب کے نتیجہ میں ظاہر ہوئی یا مذہب کے ترک کرنے کے نتیجہ میں۔ کیا اس سے ظاہر نہیں کہ مذہب امن و سلامتی کا پیامبر ہے اور لامذہبیت امن عالم کو تباہ کرنے والی چیز ہے۔ یورپ اور مغربیت میں بلکہ دنیا بھر میں جب بھی امن قائم ہوگا مذہب کے ذریعہ ہوگا اور مذاہب عالم میں سے بھی مذہب...... اور احمدیت کے ذریعے اور وہ وقت دور نہیں کہ زمانہ خود اس کی تصدیق کے سامان پیدا کرے گا اور نظام نو جو سراسر مذہب کی بنیادوں پر قائم کیا جائیگا۔ امن عالم کا ذریعہ بنے گا۔

مذہب کی وجہ سے مذہب کے اصولوں پر عامل ہوتے ہوئے کبھی فتنہ و فساد کی صورت پیدا نہیں ہوئی اس کی کوئی ایک مثال بھی مذہب کے مخالف پیش نہیں کر سکتے ہاں ہم یہ تسلیم کرتے ہیں مذہب کے نام پر لڑائیاں ضرور ہوئی ہیں مگر مذہب کو چھوڑ کر اور اس کی تعلیم کو پس پشت ڈال کر ایسا ہوا ہے اور اگر وہ لڑائیاں قابل اعتراض بتائی جائیں جو قیام امن کے لئے حاملین مذاہب نے کیں تو یہ چیز قابل اعتراض نہیں۔ بلکہ یقیناً لائق صد تحسین ہے کہ دنیا میں امن قائم کرنے اور مظلوموں کو ظالموں کی چیرہ دستیوں سے بچانے کے لئے مٹھی بھر جماعتوں نے ہر زمانہ میں اپنی جانیں ہتھیلی پر رکھ کر زبردست جنگجو قوموں کا مقابلہ کرنے سے دریغ نہیں کیا۔ کیا کوئی عقلمند اسے مذہبی لوگوں کے لئے باعث ملامت قرار دے سکتا ہے؟ ہرگز نہیں۔

پھر معترضین حضرات ذرا اتنا تو سوچیں کہ اگر صرف مذہب کے نام پر چند خود غرض لوگوں کا ناجائز فعل مذہب کے نام پر دھبہ لگاتا ہے اور ان کے نزدیک یہ بات انہیں ترک مذہب پر آمادہ کرتی ہے تو کیا آئے دن جو دنیا داری کی خاطر کثرت سے نہ صرف جہلاء بلکہ بڑے بڑے

عقلاء اور مدبرین جو دنیا کی خاطر لڑائیاں کرتے ہیں۔ تو کیا وہ اس کی وجہ سے دنیا کو چھوڑ دیں گے۔ دیدہ باید

تیسرا سوال:- موجودہ زمانہ میں مذہب کی کیا ضرورت ہے؟

جواب:- اگرچہ مذہب کی ضرورت ہر زمانہ کے لوگوں کو رہی ہے۔ لیکن میرے خیال میں مذہب کی ضرورت موجودہ زمانہ میں سب زمانوں سے زیادہ ہے اس لئے کہ مذہب کی صحیح اور اصل غرض خدا کا عبد اور مظہر بنانا ہے اور تَخَلَّقُوْا بِاَخْلَاقِ اللّٰہِ یعنی اللہ تعالیٰ کی صفات کو اپنا اخلاقی معیار بناؤ۔ زندگی کے ہر پہلو میں اختیار کرنا ہے۔ آج جو دنیا کی حالت ہے وہ کسی صاحب عقل و دانش سے مخفی نہیں۔ اللہ تعالیٰ کی صفات اور اخلاق کو اختیار کرنا تو الگ رہا۔ خود اس کی ہستی سے ہی انکار کیا جا رہا ہے اور مذہب کی ضرورت اور شاندار اخلاقی تعلیم کو پس پشت ڈال کر محض اپنے عقلی ڈھکوسلوں کی پیروی پر لوگوں کو کمربستہ کرنے کی کوششیں ہو رہی ہیں۔ انسانی فطرت کو جس چیز کی مدتوں سے تلاش تھی یعنی خدا تعالیٰ کی جستجو اور اس کی کامل محبت اور اخلاق کے اعلیٰ معیار کو قائم کرنا۔ وہ دنیا سے مفقود ہے۔ موجود زمانہ کے لوگوں نے صرف اپنے عقلی تجاویز کو ہی اپنی اخلاقی حالت کا معیار قرار دے رکھا ہے اور اس کا نتیجہ صاف ظاہر ہے۔ کہ بعض بالکل عریاں قسم کے بے حیائی کے کام بھی ان کی عقل کے نزدیک عین شرافت اور تہذیب سمجھے جانے لگے ہیں جیسا کہ یورپ میں ناگوں کی سوسائٹی کا وجود اور ملک کے لئے بغیر نکاح کے اولاد پیدا کرنے والوں کی مدد اور حوصلہ افزائی وغیرہ امور ہیں جنہیں بعض افراد اپنے عقلی ڈھکوسلوں کی بناء پر اعلیٰ درجہ کی تہذیب اور اخلاق قرار دینے لگے ہیں اور پھر بعض حکومتیں جبراً لوگوں کے پسینہ کی کمائی چھین کر ان پر قبضہ رکھنا اسے انتہائی رواداری قرار دینے لگ پڑی ہیں۔ غرض جب بڑے اور چھوٹے اس درجہ اخلاقی پستی میں گر چکے ہوں کہ بد اخلاقی کو خوش اخلاقی اور ظلم کو انصاف سمجھنے لگ پڑے ہوں تو ایسے زمانہ میں تو مذہب کی سب سے زیادہ ضرورت ہے۔

اس زمانہ میں ہر فرد اور ہر قوم کو اس بات کی تو ضرورت محسوس ہوتی ہے کہ کاش دنیا میں انسانی زندگی قومی ہو یا انفرادی امن اور آرام سے گذرے۔ لیکن مذہب کی منکر اور محض عقل کو رہنما بنانیوالی قومیں آج دیکھ رہی ہیں کہ ان کی عقل نے قوموں کی قومیں ہلاک اور ملکوں کے ملک ویران اور بحر و بر کی آبادیوں اور شہروں کو کھنڈرات بنا دیا ہے اور جب کوئی مغلوب حکومت صلح کیلئے ہاتھ بڑھاتی ہے تو غالب اور جابر حکومتیں غیر مشروط طور پر ہتھیار ڈالنے پر اسے مجبور کرنے لگ پڑتی ہیں۔ مگر وہ اتنا نہیں سوچتیں کہ اگر وہ خود مغلوب ہوتیں تو یقیناً غیر مشروط طور پر ہتھیار ڈالنے کی بجائے شرائط والی صلح کو پسند کرتیں۔ اگر انقلاب زمانہ نے آج ایک قوم کو مغلوب کر دیا ہے تو کیا یہ ممکن نہیں کہ دوسرے وقت میں یہی مغلوب قوم غالب آ جائے اور جو آج غالب ہیں وہ مغلوب ہو جائیں بات صرف اتنی ہے کہ گردش ایام سے غافل ہونے کے نتیجہ میں وہ نہیں جانتیں کہ نہ رات کا دور دائمی ہے اور نہ ہر دن کا دور ہمیشہ کے لئے قائم رہے گا۔ انقلاب کے دروازہ کو کس نے بند کیا ہے کہ وہ آئندہ بند رہ سکے گا۔ بہت ممکن ہے کہ نئے انقلاب سے مغلوب حکومتیں غالب ہو سکیں اس وقت یہی قانون جو آج غالب حکومتیں پسند کر رہی ہیں ان سے بھی زیادہ تشدد کے لئے وہ شدید ترین اور تباہ کن قدم اٹھانے والی ہوں۔ اس وقت کو ملحوظ رکھ کر فطرت سے سوال کیا جائے تو فطرت کبھی بھی اپنے لئے بلحاظ انفرادی و قومی حالات کے ایسی شدید سیاسی گرفت اور برباد کن سختی کا قانون پسند نہ کرے گی بلکہ نفرت اور کراہت سے اس کی مدافعت کے لئے کسی کوشش اور حیلہ کو تلاش کرے گی سو زمانہ ہمیشہ یکساں نہیں رہتا۔ پس غالب کو غلبہ کے حاصل ہونے کے وقت مغلوب پر رحم کرنا مغلوب کو اس کے غلبہ کے وقت اپنے اوپر مہربان بنانے کی تحریک ہاں فطری تحریک ہے اور رحم اور نرمی کی جگہ تشدد اور سختی کا برتاؤ کرنے سے اپنی تباہی کی تحریک کیلئے زمانہ کو تیار کرنا ہے۔ کم از کم مغلوب حکومت صلح کا ہاتھ بڑھائے اور شرائط پر صلح پیش کرنے کی تحریک ہو تو غنیمت سمجھتے ہوئے صلح کر لینی چاہئے۔ قرآن کی اس امر کے متعلق کیا ہی پر حکمت اور امن بخش تعلیم ہے کہ اِنْ جَنَحُوْا لِلسَّلْمِ فَاجْنَحْ لَهَا کہ دشمن اگر صلح کے لئے جھکے تو اس کے لئے فوراً جھک جانا چاہئے۔

عقل سلیم اور فطرت سلیمہ بھی اگر الٰہی تعلیم اور مذہبی روشنی میں دنیا کے قیام امن کو ملحوظ رکھتے ہوئے غور کرے تو صلح کا ہاتھ جب بھی ایک فریق کی طرف بڑھے دوسرے فریق کو بھی فوراً بڑھانا مناسب

ہے ورنہ باوجود تحریک صلح کے پھر بھی جنگ کو جاری رکھنا اس کے معنی کسی علمی تدبیر یا عقل سلیم کی پیروی کے نہیں بلکہ درندگی اور وحشت کے وحشیانہ جوش کا محض انتقامی جذبہ اور مظاہرہ ہے اور بس۔ جس طرح درندے جب تک کہ ان کے اندر درندگی کا جوش اور غیظ و غضب کا جذبہ ابھار میں رہتا ہے وہ دوسرے کی تباہی اور ہلاکت سے باز نہیں رہ سکتے۔ یہی حالت ان درندہ صفت انسانوں کی ہے۔ کہ ان کی جنگ کسی امن اور صلح کی غرض سے نہیں ہوتی اور نہ ہی کسی فتنہ اور فساد کی مدافعت کی غرض سے ہوتی ہے بلکہ اس لئے ہوتی ہے کہ ہمارے پاس ابھی جنگ و قتال کے لئے حربی ساز و سامان کثرت اور وفور کے ساتھ موجود ہے اور مغلوب حکومت کا ملک جب تک کلیہ ہمارے زیر نگین نہیں آتا اور اس مقصد کے حصول میں جو روکیں ہیں جب تک وہ ہم دور نہ کرلیں جنگ بند نہیں ہو سکتی بلکہ جاری رہے گی۔ ہاں جنگی سامانوں کے قائم رہنے تک قائم اور جاری رہے گی۔ کیا یہ نظریہ کسی اصلاح کا محتاج نہیں۔ اگر محتاج ہے اور محتاج اصلاح ہونے سے اس کا فاسد ہونا امر مسلم ہے تو ایسا فساد کس نے پیدا کیا۔ کیا مذہب نے یا عقل نے۔ ظاہر ہے کہ یہ عالمگیر جنگ (جنگ عظیم دوم۔ مدیر) جس نے ایک دنیا جہان کو ویران کردیا اور ڈکٹیٹروں اور عقلی راہنماؤں نے ہی مذہب کو پس پشت پھینک کر اطراف دنیا میں جنگ کی آگ لگائی جس نے بڑھتے بڑھتے ایک جہان کو اس کا ایندھن بنا کر راکھ کردیا جس سے عقل کا نام اور عقل عقل پکارنے والوں کو معلوم ہو گیا ہو گا کہ مذہبی تعلقات سے محض بیگانہ ہونے کے نتیجہ میں عقل کی راہنمائی یہ گل کھلاتی ہے۔

دنیا کی آباد بستیوں کی ویرانی اور آباد شہروں اور ملکوں کی بربادی اور تباہی ہولناک نظاروں اور ہیبت ناک منظروں اور دہشت انگیز ویرانوں سے اس مادی عقل کی گمراہ کن تجویزوں اور فساد آلود تدبیروں پر ماتم کر رہی ہے لیکن باوجود اس شور قیامت اور حشر عظیم کی سی مصیبت کے احمدی ہاں صرف احمدی جماعت ہے جو موجودہ دور کے طوفان عظیم کی تباہی سے نوح کے سلامتی بخش سفینہ میں بیٹھنے والے ہیں اور حسب ارشاد وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَلَمْ یَلْبِسُوْا اِیْمَانَھُمْ بِظُلْمٍ اُولٰٓئِکَ لَھُمُ الْاَمْنُ محض خدا اور اس کے رسول پر سچا ایمان لائے اس کی پیش کردہ الہامی اور مذہبی تعلیم پر عمل کرنے سے مقام امن میں ہیں عذابوں پر عذاب آئے اور آ رہے ہیں۔ ہلاکتوں سے دنیا تباہ اور برباد ہو رہی ہے اور قوموں کی قومیں زمانہ کی چکی میں پستی جا رہی ہیں اور نقصان پر نقصان اٹھا رہی ہیں لیکن جماعت احمدیہ ہے کہ وہ ہر طرح کے نقصانوں سے محفوظ بلکہ ترقیات پر ترقیات اور برکات پر برکات حاصل کر رہی ہے کیا اس زمانہ میں کسی سمجھدار کیلئے ان ابتلاؤں اور بلاؤں میں امن عالم کے اسباب کا سمجھنا اور محض عقل کی پیروی کے نتائج اور مذہب کی رہنمائی اور پیروی کے نتائج کے درمیان کھلے طور پر فرق اگر معلوم کرنا چاہے تو کیا معلوم نہیں کر سکتا۔ نتائج ہر ایک کے کھلے ہیں اور سامنے موجود ہیں پھر نظری نہیں روحانی اور مخفی نہیں بلکہ ظاہر ہیں اور مشہودات سے ہیں۔ پس یہ زمانہ عقل کی خامیاں دکھانے اور مذہب کے فوائد اور خوبیاں ظاہر کرنے کے لئے عجیب زمانہ ہے جس کی نظیر پہلے کبھی نہیں پائی گئی۔ مبارک ہیں وہ جو اس بدیہی اور کھلے فرق کو سمجھنے کی کوشش کرکے مذہب کی ضرورت کا احساس کریں۔

چوتھا سوال:- ازمنئہ سابقہ میں مذہبی لوگوں نے دنیا کی کیا راہنمائی کی؟

جواب:- خدا تعالیٰ کے نبیوں اور رسولوں کے زمانہ کے حالات اور واقعات بلحاظ مقاصد نبوت و رسالت متماثل اور متشاکل ہوتے ہیں ہر نبی اور رسول خدا کی وحی اور الہام کی راہنمائی میں مذہب کی بنیاد قائم کرتا ہے اور اپنی مذہبی تعلیم سے لوگوں کے عقائد اعمال اور اخلاق کے صحیح توازن کے لئے اپنا اسوہ حسنہ پیش کرتا ہے اور افراط و تفریط کو دور کرکے اپنی جماعت کو جو ایمان لانے اور پیش کردہ تعلیم پر علم کرنے سے کامل طور پر مومنانہ اخلاص کا نمونہ ظاہر کرتی ہے حد اعتدال پر قائم کردیتا ہے اور اس طرح دنیا کے کفر اور فسق و فجور کا گند ہر ایک نبی اور رسول نے کچھ جماعت کے پاک نمونہ سے دور کیا اور کچھ کافروں کی ہلاکت اور تباہی سے خدا کے عذابوں نے صفائی اور پاکیزگی زمین میں پیدا کی۔

ازمنہ سابقہ اور قرون ماضیہ میں ہر نبی اور رسول پر ایمان لانے والوں نے مذہب کے ذریعہ حسنات دنیا اور حسنات آخرت کی کامیابیاں حاصل کیں اور امن میں بھی رہے اور سچے مذہب اور الہامی تعلیم کے مخالفوں نے ہمیشہ اور ہر زمانہ رسول میں مخالفت کا برا خمیازہ ہی اٹھایا اور

بجز عذاب اور ہلاکت اور تباہی و بربادی کے اور کچھ فائدہ حاصل نہ کیا۔ خود بھی تباہ ہوئے اور دوسروں کو بھی تباہ کیا۔ اس سے ظاہر ہے کہ ازمنہ ماضیہ میں نبیوں اور رسولوں کی رہنمائی کے نتائج کیا ظاہر ہوئے اور مخالف لیڈروں اور ڈکٹیٹروں کی رہنمائی جو نبیوں اور رسولوں کی مخالفت میں ظاہر ہوئی اس کے نتائج کیا برآمد ہوئے قرآن نے آیت هَلْ أَتٰكَ حَدِيثُ الْجُنُودِ فِرْعَوْنَ وَثَمُودَ کے رو سے فرعون کی ڈکٹیٹر شپ اور قوم ثمود کی جمہوریت کا نمونہ پیش کر کے انجام بھی دونوں کا جو مذہب کی بغاوت میں رونما ہوا بتا دیا کہ کیا ہوا۔

درحقیقت آرام کی زندگی کے ساتھ خود روی کے وحشیانہ جذبات کا مظاہرہ صحیح نظام یا الٰہی تعلیم کی پابندی سے آزاد رکھنا چاہتا ہے اور یہی وجہ ہے کہ ہر نبی اور رسول کی بعثت میں جو صحیح نظام قائم کیا جاتا ہے ابنائے دنیا اس مذہبی نظام کو اپنی طبعی آزادی اور خود روی کے خلاف پا کر اس کے دشمن بن جاتے ہیں اور اس کے استیصال کے درپے ہو جاتے ہیں اور ان کی بے راہ روی اور خدا کے نبیوں اور رسولوں کے مذہبی نظام کی مثال بالکل ویسی ہی ہوتی ہے جیسے ڈاکوؤں چوروں اور بدمعاشوں کے گروہ اور نظام حکومت کی۔ نظام حکومت کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ دنیا میں قیام امن کے لئے دستور اور سیاست و حکومت قائم رہے لیکن چور اور ڈاکو اور بدمعاش نہیں چاہتے کہ حکومت جو اپنے نظام اور انتظامی تصرفات سے لوگوں کی ان سے حفاظت کرنا چاہتی ہے ان کے لئے مزاحمت کے قوانین کا اجرا کرے اور انہیں بدمعاشیوں سے روکے۔ یہی وجہ ہے کہ ان بدمعاشوں کی تباہ شدہ فطرت اتنا بھی محسوس نہیں کر سکتی کہ اخلاق کیا ہوتے ہیں اور انسانی زندگی کا حقیقی مقصد اور اس کا اعلیٰ نمونہ بجز مذہب اور الٰہی تعلیم کے حاصل ہی نہیں ہو سکتا۔

صحیح مذہبی تعلیم جو الہام الٰہی کے ذریعہ دنیا میں پیش کی جاتی ہے انسان کو روحانیت کے وسیع سمندر میں اتارتی اور اسے خدا شناسی کی اعلیٰ شناوری اور غواصی سے خدا کا ہم کلام اور مقرب بنا دیتی ہے جسے دنیا دار لوگ سمجھنے سے قاصر ہیں۔

اس تعلیم کا ہر پہلو کے لحاظ سے یہ ڈکٹیٹر اور قومی لیڈر کہلانے والے اور مذہب پر نکتہ چینیاں کرنے والے بلحاظ حقیت دلائل اور صحیح ایثار و قربانی اور بہترین نتائج کے مقابلہ نہیں کر سکتے۔ منطقیوں کے مغالطات کی طرح اور فلسفیوں کے غلط اور مادی نظریوں سے ظاہر پرستوں کو دھوکا دے لینا اور بات ہے لیکن نبیوں اور رسولوں کی قوت قدسیہ اور الہامی رہنمائی جس کے ذریعہ مایوس کن حالات اور واقعات کے جنگلوں اور ریگستانوں سے گذرتے ہوئے الٰہی بشارات کی روشنی میں خدا کے نبی اور رسول مع اپنی جماعت کے کامیابی کی منزل پر جا پہنچتے ہیں کیا اس کا نمونہ تلاش کرنے سے ابناء دنیا میں بھی مل سکتا ہے۔

عقل سلیم اور فطرت صحیحہ خالق فطرت کی ہستی کو محسوس کرتی ہے اور نظام عالم کی باہمی ترکیب و ترتیب کو اپنے لئے اپنے محسن خالق کے اسباب تربیت و احسانات کے رو سے استعانت اور اعانت اور استفاضہ اور افاضہ کے تعلقات کا احساس رکھتی ہے۔

خدا کے نبی اور رسول جو الہامی تعلیم پیش کرتے ہیں اس میں حق اللہ اور حق العباد یا تعظیم لامر اللہ اور شفقت علی خلق اللہ کے دونوں پہلوؤں پر کامل روشنی ڈالتے ہیں۔

اسلامی تعلیم کی روشنی میں حضرت نبی اسلام کا کامل نمونہ اور اسوہ حسنہ اس شان کے ساتھ پیش کیا گیا ہے کہ علاوہ انسانوں کے حقوق کے عام جانوروں اور جانداروں کے ساتھ بھی شفقت سے نیک سلوک کرنا اسلامی تعلیم نے سکھایا ہے۔ چنانچہ جہاں يُطْعِمُونَ الطَّعَامَ عَلٰى حُبِّهٖ مِسْكِينًا وَّيَتِيمًا وَّأَسِيرًا کی رو سے پر شفقت سلوک کے ساتھ مسکینوں یتیموں اور اسیروں کو جو مالی تکلیف کی حالت میں بھوک سے کھانے کے محتاج ہوتے ہیں انہیں محض اس خیال محبت سے کہ یہ بے بس اور محتاج لوگ ہمارے اللہ کے بندے ہیں بحالت توفیق و استطاعت و مقدرت انہیں کھانا کھلاتے ہیں علاوہ انسانوں کے حسب ارشاد وَفِي أَمْوَالِهِمْ حَقٌّ لِّلسَّائِلِ وَالْمَحْرُومِ بے زبان اور معذور جانوروں کو جو زبان قال سے اپنی حالت احتیاج کا اظہار نہیں کر سکتے۔ ایک مسلم کے لئے اسلامی ہدایت اور تعلیم کے رو سے انہیں بھی اپنے مال میں حقدار سمجھ کر ان کا حق ادا کرنا ضروری ہے۔ چنانچہ صحیح بخاری میں اسی قسم کی تعلیم پیش کرنے کی غرض سے بطور نمونہ ایک عورت کی حکایت بیان فرمائی۔ کہ اس نے ایک پیاسے کتے کو جو شدت پیاس کی وجہ سے

مضطرب الحال ہو رہا تھا۔ کنوئیں سے پانی نکال کر اسے پلایا اور اس کا یہ عمل اس کے خالق اور محسن خدا نے اتنا پسند کیا کہ اس عورت کی نجات اور فلاح کا باعث یہی عمل بنا دیا۔

اسی طرح تشدد اور سخت دلی سے تکلیف دہ سلوک علاوہ انسانوں کے اسلام کی تعلیم میں جانوروں اور جانداروں سے کرنا بھی منع کیا گیا ہے۔ چنانچہ صحیح بخاری میں محض اسی طرح کے تشدد اور سختی سے روکنے کیلئے آنحضرت ﷺ نے بطور مثال کے ایک اور واقعہ بیان فرمایا کہ ایک عورت نے بلی کو بصورت حبس بند اور محبوس رکھنے سے بلا کھلانے اور پلانے کے اس قدر تشدد اور سختی سے کام لیا کہ آخر بلی اسی تکلیف سے تڑپ تڑپ کر مر گئی اور خدا نے اپنی مخلوق بلی پر اس طرح کے تشدد کو سخت ناپسند کرتے ہوئے اس عورت پر ناراضگی کا اظہار کرتے ہوئے مناسب سزا دینے کے لئے دوزخ میں ڈالنے کا حکم فرمایا۔

اب یہ تعلیم اور ایسی کامل اور وسیع تعلیم جو نبیوں اور رسولوں کی طرف سے دنیا میں پیش کی جاتی ہے ظالم ڈکٹیٹر اور بدکیش اور ستمگر لیڈر جو اپنی خود غرضی اور خود پرستی اور خود روی کے مطمح النظر کے سوا اور کچھ جانتے ہی نہیں اور حب مدح اور حب جاہ کے بغیر ان کا کوئی نصب العین ہی نہیں کیا جانیں اور کیا سمجھیں کہ الہامی تعلیم کی بناء پر پیش کردہ ملت بیضا اور مذہب حق کیا ہوتا ہے۔ بالآخر دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ موجودہ زمانہ کے لوگوں کی آنکھیں کھول دے تا وہ مذہب کی ضرورت کو سمجھیں۔ پھر صحیح مذہب قبول کر کے خدا کی رضا حاصل کریں۔

وآخر دعونا ان الحمدللہ رب العالمین

(حیات قدسی حصہ پنجم صفحہ ۸۳ تا ۹۷)

نتیجہ مقابلہ مضمون نویسی سہ ماہی سوم

بعنوان حفظان صحت

اول:۔ محمد شکر اللہ ڈسکہ ضلع سیالکوٹ

دوم:۔ طاہر محمود ۱۶۶ مراد بھاولنگر

سوم:۔ عرفان سید بدر ربوہ

فرید احمد بدر ربوہ، آصف الرحمان قمر دار الذکر فیصل آباد، نعمان شمیم ڈرگ کالونی کراچی، سید نادر سیدین اسلام آباد غربی، محمد یاسین سکندر، فضل عمر فیصل آباد، عطاء البصیر ربوہ، ملک عبدالمومن نارتھ کراچی۔ اللہ تعالیٰ سب کو یہ اعزاز مبارک فرمائے۔ (مہتمم تعلیم)

بقیہ از صفحہ 29

کے حق میں درج کئے گئے ہیں۔

(16)۔ تحریک پاکستان میں جماعت احمدیہ کی قربانیاں

مصنف: مرزا خلیل احمد قمر: شائع کردہ: احمد اکیڈمی ربوہ: مطبع: ضیاء الاسلام پریس ربوہ: ناشران جمال الدین انجم، غلام مرتضیٰ ظفر

تحریک پاکستان کے حوالہ سے جو خدمات جماعت احمدیہ نے کیں اور جو عظیم الشان قربانیاں اس ضمن میں دیں ان کا مختصر مگر جامع ذکر مختلف تاریخی کتابوں، رسالوں اور اخبارات کے حوالہ جات سے مزین کر کے اس کتاب میں ہمارے سامنے رکھا گیا ہے۔ آغاز میں اس مضمون کے بارے میں حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کے بعض حوالہ جات درج ہیں اس کے بعد درجہ بدرجہ اس تحریک وجدوجہد کے آگے بڑھنے کے ساتھ ساتھ جماعت احمدیہ کی مخلصانہ مساعی کا نہائت مدلل تذکرہ ہے۔ جن کے نتیجے میں پاکستان کا حصول ممکن ہوا۔

(17)۔ تعمیر و ترقی پاکستان اور جماعت احمدیہ

مصنف: پروفیسر راجہ نصر اللہ خان صاحب

اس کتاب میں جماعت احمدیہ کی اس محبانہ اور مخلصانہ مساعی جمیلہ کا بیان ہے جو جماعت نے وطن کی خاطر سرانجام دی ہے۔ اور جماعت کے سپوتوں کی خدمات کا اعتراف متعصب اور غیر متعصب صحافیوں اور ماہرین فن کی زبانی سے درج کیا گیا ہے ان میں حضرت چوہدری ظفر اللہ خان صاحب، ایم ایم احمد صاحب، ڈاکٹر عبدالسلام صاحب اور دیگر جنگی ہیرو شامل ہیں۔

قسط نمبر2

نومبائعین کی تربیت

حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ کے ارشادات کی روشنی میں

(مرتبہ خواجہ ایاز احمد صاحب ایڈیشنل مہتمم تربیت نومبائعین)

"اب تو ہماری مرادیں پانے کے دن آ رہے ہیں اور مرادوں والی راتیں آ رہی ہیں۔ دن بھی ترقی ہوگی اور رات بھی ترقی ہوگی اور ہوتی چلی جائے گی کوئی دنیا کی طاقت نہیں جو اس تقدیر کو اب بدل سکے۔ وہ آثار ہم دیکھ رہے ہیں کس رفتار سے اللہ تعالیٰ ہمیں آگے بڑھا رہا ہے اور آگے بڑھاتا چلا جائے گا۔ اب تو لاکھوں پر خوشی ہو رہی ہے۔ میں وہ دن دیکھ رہا ہوں جب اس صدی سے پہلے کروڑوں کی تعداد میں ایک ایک سال میں احمدی ہوں گے۔ اب فکر ہے تو سنبھالنے کا فکر ہے۔ مجھے تو بس یہی ایک فکر لگا رہتا ہے کہ ان آنے والے مہمانوں کو سنبھالیں کیسے، کس طرح ان کی عزت افزائی بھی کریں اور ان کو اپنی ذمہ داریاں بھی سمجھائیں تاکہ یہ ہمارے ساتھی Dead weight کے طور پر نہ چلیں بلکہ بوجھ اٹھانے والے ساتھی بن جائیں۔ کیوں کہ جتنی آئندہ رفتار میں ترقی دکھائی دے رہی ہے اس رفتار کے ساتھ ہمیں بہت سے کارکنوں کی ضرورت ہے جو ان کو سنبھالیں ان کو ساتھ لے کر چلیں اور نئے آنے والوں میں سے ہمیں لازماً وہ تیار کرنے ہوں گے۔"

(خطبہ جمعہ ۲۲ ستمبر ۹۵ء الفضل انٹرنیشنل ۱۰ نومبر ۱۹۹۵ء)

"میں بہت دیر سے زور دے رہا ہوں کہ اگر آپ نئے آنے والوں کی تربیت کرنا چاہتے ہیں تو ان پر کام کے بوجھ ڈالیں۔ میرا لمبا تجربہ ہے کہ جماعت احمدیہ میں جو پیدائشی احمدی بھی ہوں جب تک ان پر کام کے بوجھ نہ ڈالے جائیں، وہ چمکتے نہیں۔ ان کی صلاحیتیں خوابیدہ رہتی ہیں۔ بعض ایسے ہیں جو یوں دکھائی دیتے ہیں جیسے کنارے کے احمدی ہیں ان سے بھلا کیا کام لیا جاسکتا ہے۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے یہ عجیب فطرت رکھی ہے کہ مومن پر جب بوجھ ڈالا جاتا ہے تو اور ترقی کرتا ہے اور بوجھ بھی ایک ایسا بوجھ ہے جس کو اٹھا کر وہ زیادہ ہلکے قدم ہو کر اور بھی تیزی سے چلتا ہے۔ اس سے پہلے اس کے قدم بوجھل ہوتے ہیں اس کا دل بھاری ہوتا ہے اس کو نماز کی طرف بھی بلاؤ تو بوجھل قدموں سے آتا ہے لیکن جب وہ اس قابل ہو کہ اس پر نماز پر لانے کی ذمہ داری ڈالی جائے تو پھر وہ ہلکے قدموں سے دوسروں کو لینے کیلئے چلتا ہے اور تھکتا نہیں دن کو بھی یہ کام کرتا ہے رات کو بھی یہ کام کرتا ہے"۔ (خطبہ جمعہ ۲۲ ستمبر ۹۵ء الفضل انٹرنیشنل ۱۰ نومبر ۱۹۹۵ء)

"اللہ تعالیٰ نے جو صلاحیتیں بخشی ہیں اللہ کا حق ہے کہ ان تمام صلاحیتوں کے مطابق آپ پر بوجھ ڈالے۔ لیکن آپ سے کوتاہی ہوئی ہم سے کوتاہی ہوئی، ہم ان صلاحیتوں کے باوجود سوتے رہے، غفلتوں میں پڑے رہے، ان کو استعمال نہ کر سکے اس کے نتیجے میں اب ناطاقتی محسوس کرتے ہیں، تھوڑا سا کام بھی دیا جائے تو بوجھ محسوس ہوتا ہے۔ اس کا کیا علاج ہے؟ اس کا علاج ایک تو یہ دعا ہے، دوسرے کام ڈالنا ہے کمزوروں پر، یہ علاج نہیں ہے کہ کمزوروں کے سپرد کام نہ کیا جائے اور جتنے بھی اچھے ورکر، اچھے کارکن خدا تعالیٰ کے فضل سے جماعت کو مہیا ہوتے ہیں شاذ ہی ان میں سے ایسے ہونگے جو بچپن ہی سے اچھے کام کرنے والے تھے۔ جن کو فطرتاً شروع ہی سے اللہ تعالیٰ نے اس طرف رجحان عطا کیا تھا۔ بڑی تعداد ان

میں سے ایسی ہے جو بظاہر نکمے محسوس ہوتے تھے۔ نہ کام کی عادت نہ کام کا پتہ نہ کام کا تجربہ اور دیکھنے میں لگتا تھا بھلا ان پر بوجھ ڈالو تو کیسے اٹھا سکیں گے اور جب ڈالے گئے تو اللہ نے ان کو طاقت عطا فرمائی اور اس دعا کے ساتھ وہ کام کرتے ہیں تو پھر بہت تیزی کے ساتھ ترقی کرتے ہیں۔"

(خطبہ جمعہ ۲۲ ستمبر ۹۵ء الفضل انٹرنیشنل ۱۰ نومبر ۱۹۹۵ء)

"پس اپنے میں سے بھی آدمی ڈھونڈیں اور ان کی تربیت کریں اور جو نئی قومیں ہم میں داخل ہو رہی ہیں ان پر جلد جلد ذمہ داریوں کے بوجھ ڈالیں۔" (خطبہ جمعہ ۲۲ ستمبر ۹۵ء الفضل انٹرنیشنل ۱۰ نومبر ۱۹۹۵ء)

"اگر یہ جماعت نہ بھی پھیلے صرف استعدادوں میں ہی نشوونما پائے اور اونچی ہونے لگے تو دنیا کی عظیم ترین جماعت بننے کی صلاحیت آج بھی آپ میں موجود ہے۔ ایسی عظیم جو ساری دنیا میں انقلاب برپا کرنے کی صلاحیت رکھتی ہے۔ لیکن اس پر آپ جمع کریں وہ نئے آنے والے اگر ان کی تربیت کا آپ حق ادا کریں تو پھر اندازہ کریں کہ خدا کے فضل کے ساتھ روز مرہ کتنی بشاشت پیدا ہوتی چلی جائے گی۔ جب ایک پارٹی کام کر رہی ہو اور اس کی طاقت کے برابر کام ہو۔ ابھی کام باقی ہو کچھ نئے آنے والے شامل ہو جائیں تو دیکھو کیسا ان کو حوصلہ ملتا ہے اور اسی وجہ سے ان کی طاقت بھی بڑھ جاتی ہے۔ اگر نئے آنے والے شامل نہ ہوں تو بعض دفعہ وہ انسان نفسیاتی مایوسی کا شکار ہو کر اپنی طاقت کو پوری طرح استعمال کرنے کا اہل نہیں رہتا۔" (خطبہ جمعہ ۲۲ ستمبر ۹۵ء الفضل انٹرنیشنل ۱۰ نومبر ۱۹۹۵ء)

ذمہ داریوں کے غم لگائیں۔ غم جو حیرت انگیز سکھ پیدا کرے گا

"یہ وہ کام ہے جس کام کے نتیجے میں دنیا میں انقلاب برپا ہوں گے۔ وہ تو شروع ہو چکے ہیں' ہو رہے ہیں لیکن فکر یہ ہے کہ یہ نہ ہو کہ ہمارے پھل ہماری طاقت سے آگے بڑھ جائیں۔ جس طرح بعض دفعہ میں نے بیان کیا تھا کہ سندھ میں بھی میں نے دیکھا ہے بعض دفعہ فصلیں بہت زیادہ ہوں تو مصیبت پڑ جاتی ہے زمیندار کو مزدور جن کو' آنے کی عادت ہوتی ہے وہ اسی رفتار سے اسی تعداد میں آتے ہیں اور کپاس اتنی ہو گئی ہے اس سال یا مرچیں اتنی ہو گئیں ہیں کہ وہ سنبھالی نہیں جاتیں' وہ پھر ٹوٹ ٹوٹ کر مٹی میں ملتی اور گلتی ہیں۔ مرچوں کی فصلیں تو میں نے دیکھا ہے بہت ضائع ہو جاتی ہیں اگر مزدور وقت پہ نہ ملیں تو۔ تو آپ کی فصلیں تو مرچوں سے بہتر ہیں آپ کی فصلیں تو کپاس سے بہت زیادہ اعلیٰ درجے کی ہیں۔ ان فصلوں کو سنبھالنا تو آپ کے لئے ایک زندگی کا روگ بن جانا چاہئے۔ روگ ان معنوں میں کہ اگر ضائع ہو تو غم لگ جائے۔ تکلیف محسوس ہو اور یہ آخری بات ہے جس کی طرف میں آپ کو اس خطبے میں توجہ دلانا چاہتا ہوں کہ جب تک آپ آنے والوں کی ذمہ داریوں کے غم نہ لگائیں جب تک آپ اپنے کمزور بھائیوں کے غم نہ لگائیں' آپ کو ان کو اپنے ساتھ شامل کرنے کی توفیق نہیں مل سکتی۔"

(خطبہ جمعہ ۲۲ ستمبر ۹۵ء الفضل انٹرنیشنل ۱۰ نومبر ۱۹۹۵ء)

"اگر محبت ہو تو پھر غم لگتا ہے۔ اگر محبت نہ ہو تو کوڑی کی بھی پرواہ نہیں ہوتی۔ تو بنی نوع انسان سے اگر سچی محبت ہو' اگر جماعت سے سچی محبت ہو' اس کے مقاصد سے سچی محبت ہو تو کوئی آدمی بھی چین کی زندگی بسر نہیں کر سکتا۔ جب تک اپنے کمزوروں کا غم نہ لگا لے اور جب غم لگے گا تو ہر وقت آپ کو فکر رہے گی۔ پھر یہ ضروری نہیں ہو گا کہ عہدیدار آپ کے دروازے کھٹکھٹائے اور آپ کو کہے کہ فلاں کو بیدار کرنے کی کوشش کرو' فلاں کو آگے بڑھانے کی کوشش کرو پھر آپ کا غم آپ کو مجبور کرے گا۔ ہر وقت یہ سوچیں گے کہ وہ کمزور بھی رہ گیا ہے۔ وہ کمزور بھی رہ گیا ہے کیوں نہ اس کو بھی ساتھ شامل کیا جائے تو ساری جماعت میں ایک کھلبلی سی مچ جائے گی اور یہ غم ہے جو حیرت انگیز سکھ پیدا کرے گا۔ دیکھو بہت سے سکھ ہیں جو لازماً غموں کی کوکھ سے پھوٹتے ہیں۔ اگر وہ غم نہ ہوں تو وہ سکھ بھی نہیں آتے۔" (خطبہ ۲۲ ستمبر ۹۵ء الفضل انٹرنیشنل ۱۰ نومبر ۱۹۹۵ء)

مالی قربانی

"مالی نظام محض جماعتی ضرورتیں پوری کرنے کیلئے نہیں ہے، ہر اس فرد کی روحانی ضرورتیں پوری کرنے کیلئے ہے جو اس مالی نظام میں حصہ لیتا ہے۔" (خطبہ جمعہ ۳ نومبر ۱۹۹۵ء الفضل انٹرنیشنل ۲۲ دسمبر ۹۵ء)

"پس آنے والوں کو یہ سمجھانا بہت ضروری ہے کیونکہ جن کو شروع میں نہ سمجھایا جائے وہ اسی حال پر سخت ہو جاتے ہیں۔ بارہا میں نے دیکھا ہے اور بڑے غور سے آنے والوں کا مطالعہ کیا ساری زندگی جس جس کام میں مجھے موقع ملا ہے....(دعوت الی اللہ) کے تعلق میں، میں نے بڑے غور سے مطالعہ کر کے دیکھا ہے کہ جو بیعت کرنے والے شروع میں ایک دو سال بغیر قربانی کے رہ جائیں ساری عمر وہ درخت سوکھا ہی رہتا ہے۔ اور جو شروع میں شروع کر دیں وہ پھر بڑی بڑی قربانیاں کرتے ہیں اور افریقہ اس سے مستثنیٰ نہیں ہے اور یورپ بھی اس سے مستثنیٰ نہیں ہے نہ جرمنی مستثنیٰ ہے نہ بوسنیا مستثنیٰ ہے نہ البانیہ مستثنیٰ ہے۔ جہاں جہاں سے بھی قومیں احمدیت میں داخل ہو رہی ہیں ان کے نگرانی کرنے والوں میں سے ہر ایک کو میں تاکید کرتا ہوں کہ ان آنے والوں کو روزمرہ کچھ قربانی کی عادت ڈالیں اور جن کو عادت پڑ جائے گی ان کا ہاتھ خدا کے ہاتھ میں تھمایا جائے گا خدا ایسے ہاتھ سے ان کو رزق دے گا جس میں آپ کے ہاتھ کی ضرورت باقی نہیں رہے گی۔ پھر ان کا تعلق براہ راست اللہ تعالیٰ سے ہو جاتا ہے اور تحریک جدید کے تعلق میں میں یہ گزارش کروں گا کہ تحریک جدید کا جو کم سے کم معیار ہے ان نئے آنے والوں کی سہولت کے پیش نظر اور قرآن کی اصولی تعلیم کے پیش نظر اس معیار کو نظر انداز کر دیں کوئی پیسہ دے تو پیسہ قبول کر لیں۔ آنہ دے تو آنہ قبول کر لیں لیکن ان کو بتا دیں کہ تم ایک عظیم عالمگیر جہاد میں حصہ لے رہے ہو جس کے یہ پھل ہیں سب جو ہم آج کھا رہے ہیں۔" (خطبہ جمعہ ۱۱ نومبر ۹۶ء الفضل انٹرنیشنل ۹ دسمبر ۱۹۹۶ء)

"جو نو مبائعین ہیں مجھے اس وقت ان کی فکر ہے۔ میرے نزدیک نو مبائعین کو فوری طور پر چندوں میں داخل کرنا نہایت ضروری ہے اور نو مبائعین کو داخل کرنے میں یہ نہ دیکھا جائے کہ تحریک جدید کا کم سے کم چندے کا معیار کیا مقرر ہوا ہوا ہے۔ جب اللہ تعالیٰ نے یہ فرمادیا "فَلْيُنفِقْ مِمَّا آتَاهُ اللَّهُ اور دوسری جگہ لِيُنفِقْ ذُو سَعَةٍ مِّن سَعَتِهِ دونوں ہیں کہ ہر صاحب حیثیت اپنی حیثیت کے مطابق خرچ کرے اور ہر شخص کی کوئی حیثیت تو ضرور ہوتی ہے۔ جو زندہ ہے اس کی کوئی حیثیت ہے یہ ہو ہی نہیں سکتا کہ بے حیثیت زندہ ہو کم سے کم دو وقت کی روٹی نہیں تو ایک وقت کی سہی مگر وہ زندہ ہے اس میں سے ہی ایک لقمہ خدا کی راہ میں خرچ کر دے تو یہ ذُو سَعَةٍ مِّن سَعَتِهِ کا مضمون ہے اور جن کو زیادہ عطا ہو جاتا ہے یا پیچ کے بہت سے درجات ہیں ان کو یاد رکھنا چاہئے فلینفق مما اتہ اللہ اللہ نے زیادہ دیا ہے تو زیادہ میں سے دو کم دیا ہے تو کم میں سے مگر خدا کی راہ میں دینا تو بہر حال ہے اور اس کا چسکا ڈالنا آغاز ہی میں ضروری ہے۔ اس وقت باقی چندوں پر بھی جو لازمی چندے ہیں زور دینا چاہئے مگر وہ چندے ۱/۱۶ کے حساب سے وصول نہیں کئے جا سکتے۔ اس کے متعلق میری ہدایت یہ ہے کہ آغاز میں ان کی شرح میں نرمی کی جائے حسب توفیق۔ لیکن بتا دیا جائے کہ جماعت احمدیہ عالمگیر نے اپنے لئے کم از کم یہ معیار مقرر کر رکھا ہے اور تم چونکہ نئے آنے والے ہو اگر تمہارا دل نہیں کھل رہا اور تمہیں قربانیوں کی ایسی عادت نہیں ہے یا اپنے خرچ پر تم نے دنیا کی رسوم کے مطابق اپنی توفیق سے پہلے سے بڑھا رکھے ہیں تو ہم جانتے ہیں کہ پھر تمہارے لئے مشکل پیش آئے گی مگر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ارشاد کے مطابق اگر ایک پیسہ دے سکتے ہو تو پیسہ ہی دو۔" (خطبہ جمعہ ۱۱ نومبر ۹۶ء الفضل انٹرنیشنل ۹ دسمبر ۱۹۹۶ء)

"ان کو ہم ابھی سے سولھویں حصہ کا پابند کرنے کی کوشش کریں تو مشکل ہے تو میں ان کو کہتا ہوں کہ تم یوں کرو کہ صرف مزہ چکھنے کیلئے جو تم خوشی سے دے سکتے ہو دے دو۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے زمانہ میں پہلا یہی قانون تھا۔ بعد میں جب مخلصین بڑھے ہیں اپنے کاروبار میں، اپنے عملی تعاون میں تو پھر مجلس شوریٰ نے فیصلہ کیا کہ ایک شرح بنائی جائے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی جو پہلی تحریک تھی کہ کچھ نہ کچھ ضرور دو خدا کے نام پر۔ اس کے بغیر دین مکمل نہیں ہوتا۔ ان اللہ اشتری من المومنین انفسھم و اموالھم بان لھم

الجنۃ اس میں اموال داخل ہیں لیکن فرمایا جو ایک دفعہ عہد کرلو تو پھر پابندی کرو اور کبھی پھر اس سے نہ ہٹو۔ یہی نصیحت میں نے افریقہ کو بھی کی ہے، یورپین ممالک کو بھی کی ہے کہ ایسے لوگ آتے ہیں کہ جن میں ابھی طاقت نہیں ہے۔ تو ان کو یہی کہو کہ تم چاہے ایک مارک فرض کرلو اپنے اوپر، دس مارک فرض کرلو، جو بھی کرو یہ عہد کرو کہ اس کو نہیں چھوڑو گے۔ اور جنہوں نے شروع کیا وہ بہت جلد جلد بڑھتے ہیں پھر...... وہ اس معیار کا تو نہیں جس معیار کا ایک تربیت یافتہ آدمی زیادہ آگے بڑھ کر (قربانی) کرتا ہے مگر دیتے ہیں اور دیانت داری سے دیتے ہیں۔ جو وعدہ کرتے ہیں اتنا دیتے ہیں۔" (پروگرام ملاقات نشر شدہ بذریعہ MTA مورخہ ۲۰ دسمبر ۹۶ء بروز جمعہ)

استغفار کمزوریوں کا علاج ہے

"جب ہم نے کاروبار وہ کرنا ہے جو رسول اللہ ﷺ کا کاروبار تھا تو اس کے منافع بھی ہوں گے۔ اس کے نقصانات بھی ہوں گے۔ ان پر نظر رکھتے ہوئے قرآنی تعلیم کی روشنی میں ہمیں احتیاطیں کرنی ہوں گی اور وہ ہے: (اس کے بعد حضور انور نے سورۃ النصر تلاوت فرمائی جس میں یہ ارشاد ہے کہ جب خدا کی فتح و نصرت آجائے اور لوگ فوج در فوج اللہ کے دین میں داخل ہوں تو تسبیح اور استغفار سے کام لو۔ پھر فرمایا) جب فوج در فوج لوگ آئیں تو بغلیں بجانے کا وقت نہیں ہوگا۔ اللہ پاک ہے یاد رکھنا۔ تم پاک نہیں ہو نہ یہ لوگ پاک ہیں۔ سب میں کمزوریاں ہیں۔ اگر استغفار کرو گے تو بچو گے۔ اپنے آپ کو بھی صاف کرو۔ ان کو بھی صاف کرنے کی کوشش کرو۔ یہ (دعوت الی اللہ) کا حصہ ہے۔ یہ پورا جہاد ہے اور اس ضمن میں جو نظام انہضام ہے ہمارا اس کی درستی ضروری ہے...... زیادہ (افراد) کا آجانا بھی بعض دفعہ بوجھ ڈالتا ہے۔ لیکن اگر حکمت کے تقاضے پورے کئے جائیں تو وہ بوجھ اتر جاتے ہیں...... اس کیلئے پھر ایک Exercise بنائی جاتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے یہ Exercise بتائی ہے کہ جب ایسا وقت آجائے جب خدا کا فضل تم پر فوج در فوج نازل ہو تو ان کو رد نہیں کرنا۔ چھوڑنا نہیں اس خیال سے کہ ہم کیسے سنبھالیں گے۔ اس وقت سبحان اللہ پڑھا کرو کہ اللہ پاک ہے جس نے سب کچھ دیا ہے۔ ہم نقائص سے پاک نہیں۔ وہ پاک ہے۔ وہ مدد کر سکتا ہے ہماری۔ وہ ان کو صاف کر سکتا ہے۔ لیکن استغفار کرنا چاہئے۔ اپنے گناہوں کیلئے بھی اور آنیوالوں کیلئے بھی یہ تو جاری چیلنج ہے۔ اس میں گھبرانے یا ڈرنے کی بات کوئی نہیں۔"

(پروگرام ملاقات نشر شدہ بذریعہ MTA مورخہ ۲۰ دسمبر ۹۶ء بروز جمعہ)

نئے آنیوالوں کی تربیت کیلئے اس طرح دعا کریں جیسے اپنی اولاد کے لئے

"جب مصیبت پڑ جائے اور آپ دوڑے دوڑے جاتے ہیں تو صاف پتہ چلتا ہے کہ مصیبت مجبور کر کے گھیر کے خدا کے پاس لے گئی ہے اور مصیبت نہ پڑی ہو اور جائیں اور پھر سوچیں کہ یہ مصیبت پڑ بھی سکتی ہے تو یہ درخواست بھی عرض کردیں کہ اے خدا اس قسم کی مصیبتوں سے ہمیں بچا تو وہ دعائیں زیادہ مقبول ہوتی ہیں۔ اسی لئے اولاد کے حق میں وہ دعائیں زیادہ مقبول ہوتی ہیں جو ان کے پیدا ہونے سے پہلے کی جاتی ہیں اور تعلق باللہ کی خاطر محض اس لئے مانگی جاتی ہیں کہ میرے بچے تیرے رہیں کسی اور کے نہ بن جائیں۔ یہ وہ لوگ ہیں جو خدا کو نہیں بھلاتے اور ان کی اولادیں پھر بھلائی نہیں جاتیں نہ بندوں کی طرف سے بھلائی جاتی ہیں نہ خدا کی طرف سے بھلائی جاتی ہیں۔

پھر جب بچپن میں آپ ایسے اثرات دیکھتے ہیں تو وہ وقت ہے تشویش کا اور اگر پیدائش سے پہلے دعائیں نہ بھی مانگی گئی ہوں تو بیماری کے آغاز ہی میں انسان حساس ہو جائے اور احساس کی وجہ یہ ہو کہ اللہ سے تعلق کے معاملے میں بچے دور ہو رہے ہیں وہ تعلق کمزور پڑ رہا ہے تو یہ بھی بے لوث دعاؤں کے دائرے میں آئے گا کیونکہ درحقیقت آپ کی محبت جو بچوں کیلئے ہے اور آپ کی محبت جو اللہ کے لئے یہ دونوں ہم آہنگ ہو جاتی ہیں اور ایسے موقع پر ان بچوں کے حق میں آپ کی دعائیں زیادہ اثر دکھائیں گی۔ تو اپنی اولاد کو بچپن ہی سے یاد رکھیں اور یہ تبھی ممکن ہے کہ آپ بچپن ہی سے اللہ کو یاد رکھیں یا اپنی زندگی میں خدا کو یاد رکھیں تو آپ کی اولاد پر بھی وہ یاد اثر انداز ہوگی اور آپ کو اچھی تربیت کی توفیق ملے گی اور پھر آپ کے مرنے کے بعد بھی یہ دعائیں کام آئیں گی۔ وہ دعائیں وہ نہ نظر آنے والے رسے بن جائیں گے جو آئندہ آپ کی اولاد کو پھر ان کی اولاد کو پھر ان کی اولاد کو ہمیشہ سنبھالتے چلے جائیں گے۔" (خطبہ جمعہ ۲۰ جنوری ۹۵ء الفضل انٹرنیشنل ۱۰ مارچ ۹۵ء)

قوم و ملک کے ہیرو

فرزندانِ احمدیت کی ملک و قوم کے لئے خدمت

(مکرم پروفیسر راجا نصر اللہ خان صاحب)

مجلّہ "خالد" کا "گولڈن جوبلی نمبر" نظر نواز ہوا۔ واقعی یہ نہائت ہی خوبصورت، قیمتی اور مفید مرقع مضامین ہے۔ اللہ تعالیٰ آپ سب کو بہترین جزائے خیر عطا فرمائے۔ خاکسار یہ تحفہ ملنے پر دلی شکریہ ادا کرتا ہے۔ آج کل کے معاشرے میں زود فراموشی اور مخالفت برائے مخالفت کا رواج بہت عام ہو گیا ہے اور بے سروپا الزامات عائد کرنا روز مرہ کا چلن بن گیا ہے۔ ہماری جماعت کے مشاہیر جنہوں نے ملک و ملت کی نہائت ہی بے لوث اور قابل رشک خدمات سرانجام دیں، کو بھی اکثر بے بنیاد و ناروا الزامات کا نشانہ بنایا جاتا ہے۔ حالانکہ اگر انصاف کی نظر سے حقائق کا مطالعہ و معائنہ کیا جائے تو یہ بات روز روشن کی طرح ثابت ہو جاتی ہے کہ اول قیام پاکستان اور بعد میں استحکام پاکستان اور تعمیرو ترقی وطن میں جماعت احمدیہ اور اس کے سپوتوں کا حصہ ہمیشہ نمایاں اور بے مثال رہا ہے۔ ہماری ملکی تاریخ میں ایسی شہادتیں اور واقعات پوری چمک و دمک کے ساتھ موجود ہیں جو خاکسار کے دعویٰ کی پوری طرح تصدیق کرتے ہیں۔ چنانچہ خاکسار شائع شدہ مضامین کے حوالوں کو ایک طرح کا Supplement مہیا کرنے اور مزید اجاگر کرنے کیلئے مختلف مندرجات کے ضمن میں نسبتاً جدید اضافی اور مستند حوالے پیش کرتا ہے۔

گر قبول افتد زہے عزو شرف

باؤنڈری کمیشن کے سامنے مسلم لیگ کیس کی وکالت

جب انگریزی حکومت کی طرف سے پنجاب کے اکثریتی مسلم صوبہ ہونے کے باوجود ہندو پاک کے درمیان اس کی تقسیم کیلئے ریڈ کلف کمیشن کا تقرر کیا گیا تو قائد اعظم محمد علی جناح کی نظر انتخاب چوہدری محمد ظفراللہ خان صاحب پر پڑی۔ حضرت چوہدری صاحب کو ماشاء اللہ کتنی بڑی سعادت حاصل ہوئی کہ ہندوستان بھر کے چوٹی کے وکلاء میں سے مسلم لیگ کا موقف پیش کرنے کیلئے قائد اعظم نے آپ کو چنا۔ اس زمانہ میں وطن عزیز کے بعض زعماء نے کس بے لوثی کے ساتھ اور کس سادہ ماحول میں عظم خدمات انجام دیں اس سلسلہ میں چوہدری محمد ظفراللہ خان صاحب کے متعلق ایک روح پرور حوالہ پیش کیا جاتا ہے۔

چوہدری صاحب کی بے نفسی اور سید مراتب علی کی قدر دانی

"باؤنڈری کمیشن کیس سے متعلق نوائے وقت میں لکھنے والے کہنہ مشق مضمون نگار سید سبط الحسن ضیغم اپنے مضمون "تحریک پاکستان قائد اعظم کی خطوط نویسی کے حوالے سے" میں چوہدری سر محمد ظفراللہ خان اور رئیس پنجاب سید مراتب علی کا ایک عجیب واقعہ درج کرتے ہیں۔ لیجئے سنئے:۔

"پنجاب میں پیسے والے لوگوں کی بات کرتے ہوئے رفیع بٹ مرحوم (جن کی تحریک پاکستان کے دوران قائد اعظم سے

خاصی خط و کتابت رہتی تھی) نے سید مراتب علی کا ذکر بھی کیا ہے۔ معروف قانون دان سید افضل حیدر سید مراتب علی کی خدمات کے بارے میں بہت کچھ بتاتے ہیں۔ چنانچہ وہ بتلاتے ہیں کہ باؤنڈری کمشن کے کیس کی سماعت کے دوران جب لنچ کا وقت ہوا تو کانگرس والے اپنے وکیلوں کی فوج ظفر موج کو کاروں میں بٹھا کر کسی ہندو سیٹھ کے محل میں لے گئے جہاں ان کی رہائش اور کام و دہن کی آزمائش کا انتظام کیا جا چکا تھا۔ لیکن مسلمان وکیلوں کے لئے مسلم لیگ کوئی ایسا انتظام نہ کر پائی تھی جس کی وجہ سے چوہدری محمد ظفر اللہ، سید محمد شاہ صاحب اور ٹیم کے دوسرے اراکین بائیبل سوسائٹی واقع انار کلی کے سامنے ایک خوانچہ فروش کی ریڑھی کے ساتھ دوپہر کا کھانا کھڑے ہو کر تناول کرنے میں مصروف تھے کہ اس بات کی بھنک کسی طرح سید مراتب علی مرحوم کو پڑی۔ وہ وہاں پہنچے اور اس بات پر افسوس کا اظہار کیا کہ اب تک آپ کے لئے لاہور میں کوئی انتظام نہ ہونا شرمناک بات ہے۔ کوئینز روڈ پر اپنی کوٹھی میں نے خالی کر دی ہے وہاں تین سو افراد کے رہنے، کھانا کھانے، ٹھہرنے کا انتظام کیا ہے۔ آپ لوگ وہاں ٹھہر کر مجھے عزت بخشیں اور قومی کام وہیں سرانجام دیں۔ جب تک یہ سلسلہ چلے گا آپ لوگوں کو وہیں ٹھہرنا ہو گا۔" (نوائے وقت میگزین مورخہ ۵ اکتوبر ۱۹۹۰ء)

قائداعظم کا خراج تحسین

محترم چوہدری صاحب نے کس لیاقت، محنت اور کامیابی سے ریڈ کلف کمشن کے سامنے مسلم لیگ کا مقدمہ لڑا۔ اس امر کا بہترین ثبوت خود قائداعظم کے سلوک سے واضح ہو جاتا ہے۔ محترم چوہدری صاحب اپنی منفرد اردو تصنیف "تحدیث نعمت" کے صفحہ ۵۰۹ پر ذکر فرماتے ہیں:۔

"میں بحث کے سلسلے میں ابھی لاہور ہی میں تھا کہ مجھے قائداعظم کا پیغام ملا کہ کمشن سے فارغ ہونے کے بعد میں ان کی خدمت میں حاضر ہو کر بھوپال جاؤں۔ انہوں نے کمال شفقت سے شام کے کھانے کی دعوت دی۔ حاضر ہونے پر معانقے کا شرف بخشا اور فرمایا میں تم سے بہت خوش ہوں اور تمہارا ممنون ہوں کہ جو کام تمہارے سپرد کر دیا گیا تھا تم نے اسے اعلیٰ قابلیت سے نہائت احسن طریق سے سرانجام دیا۔"

مکرم چوہدری صاحب کی اس ممتاز خدمت کے بارہ میں قائداعظم جیسی عظیم اور قدر آور شخصیت کے مقابل پر جو کوتاہ قدر اور کوتاہ عقل معترضین الزام تراشی کرتے ہیں جس کو ریڈ کلف کمشن کے ایک مسلمان رکن جسٹس محمد منیر نے بجا طور پر "شرمناک ناشکرے پن" (رپورٹ تحقیقاتی عدالت صفحہ ۲۰۹) کا نام دیا ہے۔ ذہن میں جو تقابل اور تاثر ابھرتا ہے اس کے لئے یہ پنجابی شعر یاد آتا ہے۔

قدر پھلاں دی بلبل جانے جیہڑی صاف دماغاں والی
قدر پھلاں دی گرج کی جانے مردے کھاون والی

م۔ ش کی مدلل تحریر

"قائداعظم نے چوہدری سر محمد ظفر اللہ خان کو مسلم لیگ کا کیس (بونڈری کمیشن کے سامنے۔ ناقل) پیش کرنے کیلئے نامزد کیا تاکہ وہ پارٹیشن کمیٹی کے سامنے پیش ہوں۔ یہ سارا کیس تین جلدوں میں حکومت کی طرف سے شائع ہو چکا ہے اس میں کمیشن کے سامنے کانگریس، سکھوں اور مسلم لیگ کے کیس کا ایک ایک لفظ محفوظ ہے جو چاہے اسے پڑھ سکتا ہے۔ قائداعظم معمولی انسان نہیں تھے وہ تاثرات کی بنا پر لوگوں کے متعلق رائے قائم کرنے کے عادی نہ تھے بلکہ وہ تجربے کی کسوٹی پر لوگوں کو پرکھا کرتے تھے انہوں نے بہت سوچ بچار کے بعد ظفر اللہ خان کو مسلم لیگ کی نمائندگی کیلئے نامزد کیا تھا...... میں نے بطور انسان چوہدری ظفر اللہ خان کو ایک بہت دلکش انسان پایا۔" (نوائے وقت میگزین ۶ مارچ ۱۹۹۲ء)

مسئلہ کشمیر کی لاجواب وکالت

جنوری ۱۹۴۸ء میں بھارت مدعی بن کر مسئلہ کشمیر اقوام متحدہ میں لے گیا لیکن پاکستانی وزیر خارجہ چوہدری محمد ظفر اللہ خان نے اس مسئلہ پر ایسی فاضلانہ اور مدلل بحث کی کہ بھارت کو لینے کے دینے پڑ گئے۔ اس سلسلہ میں ایک دو حوالے ملاحظہ فرمائیں۔

الف:۔ معروف کشمیری قلمکار جناب کلیم اختر اپنے مضمون "خان

لیاقت علی خان، ان کا سیاسی عہد اور مسئلہ کشمیر" مطبوعہ نوائے وقت ۱۸ اکتوبر ۱۹۸۸ء میں تحریر کرتے ہیں:۔

"یہ حقیقت ہے کہ سلامتی کونسل میں بھارت کو شکست ہوئی۔ بھارت کی شکائت یہ تھی کہ پاکستان قبائلیوں اور مجاہدین کی امداد کر رہا ہے۔ اس لئے اسے جارح قرار دیا جائے مگر سلامتی کونسل میں وزیر خارجہ پاکستان نے مسئلہ کشمیر کی تاریخ اور تحریک کو بیان کر کے بھارت کے موقف کی دھجیاں اڑا دیں۔ اور سلامتی کونسل نے یہ فیصلہ دیا کہ جموں و کشمیر کے مستقبل کا فیصلہ کشمیری عوام استصواب رائے عامہ سے کریں گے۔"

اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل و کرم سے پاکستانی موقف کو عظیم کامیابی عطا فرمائی لیکن ظاہری لحاظ سے وہ بے سرو سامانی کا زمانہ تھا۔ محترم چوہدری صاحب کے الفاظ سنئے۔

"ذاتی سامان کے علاوہ جو کاغذات اور دفتری سامان وغیرہ کہیں ساتھ لے جانا تھا اس کے لئے بکس تک میسر نہ تھے چنانچہ جلدی میں کاغذات اور سامان کا اکثر حصہ بوریوں میں باندھ لیا گیا اور یہ قافلہ ۸ جنوری کو رات نیویارک روانہ ہو گیا۔"

("تحدیث نعمت" صفحہ ۵۳۰)

(ب):۔ پروفیسر حکیم عنایت اللہ سوہدروی اپنے مضمون "مسئلہ کشمیر فیصلہ کن موڑ پر" مطبوعہ اخبار نوائے وقت ۲۶ فروری ۱۹۹۰ء میں ۱۹۴۷ء کے معرکہ کشمیر کا ذکر کرتے ہوئے تحریر کرتے ہیں:۔

"بھارت نے صورتحال سے گھبرا کر مسئلہ اقوام متحدہ میں پیش کر دیا اور الزام لگایا کہ پاکستان جارحیت کا مرتکب ہو رہا ہے۔ جب پاکستانی نمائندہ نے جوابی بیان میں حقائق بیان کئے تو بھارتی دعویٰ کی قلعی کھل گئی۔ اگرچہ بھارت کی یہ سیاسی چال تھی کہ وہ کشمیر پر اپنا تسلط قائم رکھے مگر سلامتی کونسل نے فیصلہ کیا کہ اقوام متحدہ کی زیر نگرانی اس امر پر استصواب رائے ہوگا کہ ریاست کشمیر کے عوام ریاست کا الحاق پاکستان سے چاہتے ہیں یا بھارت سے۔"

(ج):۔ اسی طرح تحریک آزادی کشمیر کے ایک کارکن پروفیسر محمد اسحق قریشی کا ایک مفصل مضمون "کشمیری حریت پسندوں کی منزل کہاں ہے" روزنامہ نوائے وقت ۲۱ فروری ۱۹۹۰ء میں شائع ہوا جس میں پروفیسر موصوف لکھتے ہیں:۔

"بھارت جنگ بندی کرانے میں تو کامیاب ہو گیا لیکن اسے اپنے اصل مقصد میں شکست فاش کا سامنا کرنا پڑا۔ پاکستان کو کشمیر میں مداخلت کار ٹھہرانے کے مدعی بھارت کو اقوام متحدہ کے کمشن کو کشمیر کی دونوں اطراف کا دورہ کرنے کے فارمولے کو تسلیم کرنا پڑا۔"

آگے چل کر لکھتے ہیں:۔

"بھارت کی ابتداء سے یہی چال رہی ہے کہ جھگڑا بھی خود پیدا کرو اور رام دھائی کا واویلا بھی خود ہی کرو۔ ۱۹۴۸ء میں بھارت نے یہی کیا تھا۔ کشمیر پر فوجی مداخلت اور قبضہ کا ارتکاب کر کے اقوام متحدہ میں مقدمہ دائر کر دیا کہ پاکستان نے بھارت کے اندر تخریب کاری کی ہے۔ ان تخریب کاروں کو کشمیر سے باہر نکالنے کا انتظام کیا جائے یہ تو پاکستان کی حکومت اور اس کے اقوام متحدہ میں مندوب کی بے مثال کارکردگی اور وکالت کا نتیجہ تھا کہ اقوام عالم نے بھارت کی جارحیت کا صحیح ادراک کر لیا اور پاکستان کو تنازعہ کا فریق بنا کر ریاست جموں و کشمیر کو ایک متنازعہ مسئلہ قرار دیا اور ریاست کشمیر میں استصواب رائے کو تنازعہ کے حل کا واحد راستہ قرار دیا۔ بھارت نے دنیا کو فریب دینے کا جو منصوبہ بنایا وہ اپنی پہلی منزل پر ناکام ہو گیا۔"

(د):۔ لطف کی بات یہ ہے کہ پاکستانی وزیر خارجہ چوہدری محمد ظفراللہ خان نے اقوام متحدہ کے سامنے کشمیر کا کیس کئی بار جیتا اور ہر دفعہ ایسے زبردست دلائل دیئے اور بھارت کی ہٹ دھرمی کو ایسا طشت از بام کیا کہ اقوام متحدہ نے مسئلہ کشمیر کے حل کے متعلق یہی فیصلہ دیا کہ کشمیریوں کو استصواب رائے کا حق دیا جائے اور وادی کشمیر میں رائے شماری کرائی جائے۔ چنانچہ روزنامہ نوائے وقت اپنے ۲۸ جنوری ۱۹۹۰ء کے اداریہ "کشمیر شملہ معاہدہ نہیں، اقوام متحدہ کی قرارداد" میں لکھتا ہے۔

"حقیقت یہ ہے کہ کشمیر کا فیصلہ کسی معاہدے پر مذاکرات کے ذریعے نہیں بلکہ خود کشمیریوں کی رائے سے ہو سکتا ہے۔ جس کی گنجائش اقوام متحدہ کی پہلی قرارداد سے لے کر آخری قرارداد تک موجود ہے۔ شملہ معاہدہ میں کیا لکھا ہے یا کیا نہیں

لکھا۔ اس سے آج تک کوئی باخبر نہیں ہو سکا جب کہ عالمی اداروں میں ہر چیز ریکارڈ پر موجود ہے اور واضح طور پر اس موقف کا اظہار کیا گیا ہے کہ کشمیر کا مسئلہ استصواب رائے کے ذریعہ حل ہوگا اور اس کا مطلب یہ ہے کہ بھارت یا پاکستان کے ساتھ الحاق کے بارے میں خود اہل کشمیر ہی کوئی فیصلہ کرنے کے مجاز ہیں۔"

ناقابل فراموش خدمت و کامیابی

پاکستان کے فرزند جلیل چوہدری محمد ظفر اللہ خان کی پاکستان اور کشمیر کے حق میں زبردست و کامیاب وکالت کے نتیجے میں اہل کشمیر کے لئے اقوام عالم نے انتہائی غیر جانبدارانہ اور صحیح فیصلہ صادر کیا اور اسے ہر لحاظ سے ایک اصولی اور حتمی فیصلہ کہا جا سکتا ہے۔ اور آج بھی جب کہ کشمیری قوم اپنی آزادی کیلئے پھر سے مجاہدانہ جدوجہد میں مصروف ہے پاکستان کے گوشے گوشے سے اقوام متحدہ کی متذکرہ قراردادوں کا حوالہ دیا جا رہا ہے۔ اور پاکستان کے اخبارات، عوامی لیڈر اور حکومتی عہدیدار بااصرار مطالبہ کر رہے ہیں کہ مسئلہ کشمیر کا واحد اور حقیقی حل یہی ہے کہ کشمیریوں کو حق خود ارادیت دیا جائے۔

م۔ ش کی ڈائری

۲۱ ستمبر ۱۹۹۰ء کے "نوائے وقت میگزین" میں جناب م۔ش "سرو ستاں سلامت" کے عنوان سے چوہدری سر محمد ظفر اللہ خان کے متعلق تحریر کرتے ہیں:۔

"وہ اردو اور انگریزی کے ایک بے پناہ زبردست اور ٹھنڈے دل و دماغ کے اعلیٰ پایہ کے مقرر تھے انہوں نے قائد اعظم کے حکم کے تحت پارٹیشن کمیٹی (باؤنڈری کمیشن۔ ناقل) میں مسلم لیگ کی جس طرح ترجمانی کی اس کا مکمل ریکارڈ موجود ہے۔ اس طرح قیام پاکستان کے بعد انہوں نے جس انداز سے کشمیر کے مسئلہ کو سیکیورٹی کونسل کے سامنے پیش کیا یہ اس کا ثمر تھا کہ سیکورٹی کونسل نے متفقہ طور پر کشمیر کے مستقبل کو عوام کے استصواب رائے سے مشروط کر دیا۔ چوہدری محمد ظفر اللہ خان صاحب نے عربوں کے کیس کی اقوام متحدہ میں جس خلوص، دیانتداری، بلند حوصلگی سے نمائندگی کی اس کا اعتراف تمام عالم اسلام کو ہے۔ میں نے جو کچھ دیانتداری سے سمجھا اسے لکھ دیا۔"

ایک اور واضح بیان

خاکسار نے مختلف اخبارات سے جو لسٹ تیار کی ہے وہ تاریخ وار خاکسار کے پاس موجود ہے جس سے اس امر کی وضاحت ہوتی ہے کہ آج کے دور کے ہمارے تمام مقتدر قائدین جن میں صدر مملکت، سابق اور موجودہ وزرائے اعظم نیز جید سیاسی لیڈر حتی کہ سیاسی مذہبی جماعتوں کے قائدین شامل ہیں۔ اس بات پر متفق ہیں کہ مسئلہ کشمیر کے صحیح حل کی اساس اقوام متحدہ کی قرار دادیں ہی ہیں۔ اور احباب جانتے ہیں کہ ان قرار دادوں کیلئے بحث و دلائل پیش کرنے اور انہیں منظور کرانے کا سہرہ چوہدری محمد ظفر اللہ خان کے سر ہے۔ جب ۱۹۹۴ء میں پاکستان کے بعض حلقوں کی طرف سے جنرل اسمبلی میں مسئلہ کشمیر سے متعلق ایک نئی قرار داد پیش کرنے کا خیال پیش کیا گیا تو اس وقت بے نظیر حکومت کے وزیر خارجہ سردار آصف احمد علی نے یہ واضح بیان دیا۔

"سلامتی کونسل کی مضبوط قرار داد (جو پاکستان کے پہلے وزیر خارجہ چوہدری سر محمد ظفر اللہ خان کی بھارتی وفد کے مقابلہ میں زبردست اور کامیاب بحث کے نتیجہ میں اقوام متحدہ نے کشمیر میں رائے شماری کے حق میں پاس کی تھی۔ ناقل) کی موجودگی میں واقعی ہمیں جنرل اسمبلی کی کسی قرار داد کی ضرورت نہیں..... جنرل اسمبلی میں پیش کی جانے والی قرار داد کمزور ترین قرار داد تھی جس کی کوئی اہمیت نہیں۔...... سلامتی کونسل کی مضبوط قرار داد پہلے ہی موجود ہے اور سیکرٹری جنرل نے اپنی سالانہ رپورٹ میں اس کا ذکر کیا ہے۔" (نوائے وقت ۱۸ نومبر ۱۹۹۴ء صفحہ ۱، ۷)

عظمت وطن کو چار چاند لگانے والا وجود

محترم چوہدری محمد ظفر اللہ خان صاحب کے دو عالمی اعزاز ایسے ہیں جو اب تک دنیا بھر میں منفرد ہیں اور جن پر وطن عزیز بجا طور پر فخر کر سکتا ہے۔ وہ یہ کہ محترم چوہدری صاحب اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم

سے وہ خوش بخت اور واحد عالمی شخصیت ہیں جنہیں اقوام عالم کے دو عظیم اداروں یعنی جنرل اسمبلی (۶۳۔۱۹۶۲ء) اور عالمی عدالت انصاف ۱۹۷۰ء کا صدر منتخب ہونے کا اعزاز حاصل ہوا۔ ہمارے سکول اور کالج کی معاشرتی علوم کی کتب میں پاکستان کے ان عالمی اعزازات کا شاندار طریقے سے ذکر کیا جاتا ہے لیکن افسوس اس ممتاز فرزند پاکستان کے نام کا ذکر کرنے سے بخل سے کام لیا جاتا ہے جس کی خداداد قابلیتوں اور انتھک محنتوں سے پاکستان کو یہ اعزاز حاصل ہوا۔ جناب احسان دانش نے کیا خوب فرمایا ہے۔

ہیں ایسی بیاضوں میں کچھ شعر میرے دانش
نقطے ہیں تخلص کی جگہ اور نام نہیں ہے

محترم چوہدری صاحب عالمی عدالت انصاف کے دو مرتبہ جج منتخب ہوئے جو پاکستان کیلئے عدیم المثال اعزاز ہے۔ اس لحاظ سے کہ مکرم چوہدری صاحب کے علاوہ بھی چند بار کوشش ہوئی کہ کوئی اور بھی پاکستانی سپوت وطن کو یہ اعزاز دلا سکے لیکن کامیابی نہیں ہوئی۔ اس سلسلہ میں ایک اہم مضمون ایڈووکیٹ افتخار علی شیخ کے قلم سے روزنامہ نوائے وقت ۴ دسمبر ۱۹۹۰ء میں شائع ہوا ہے۔ کچھ حصہ ملاحظہ فرمائیے۔

"عالمی عدالت انصاف ایک ہمہ مقتدر ادارہ ہے۔ اس کا صدر مقام ہالینڈ کے شہر ہیگ میں ہے۔ اس عالمی عدالت کیلئے ججوں کا تقرر بذریعہ انتخاب کیا جاتا ہے۔ اقوام متحدہ کے ہر ممبر ملک کی خواہش ہوتی ہے کہ اس کی جانب سے نامزد امیدوار منتخب ہو۔"

آگے چل کر ایڈووکیٹ موصوف رقمطراز ہیں:۔

"پاکستان کو یہ فخر حاصل ہے کہ آزادی کے تھوڑے ہی عرصے بعد اسے عالمی عدالت کے بنچ پر نمائندگی حاصل ہو گئی۔ سر محمد ظفراللہ خان پاکستان کی جانب سے امیدوار بنے اور منتخب ہوئے۔ ان کی کامیابی میں ان کی ذاتی عالمی شہرت کا دخل بھی تھا اور برطانوی دولت مشترکہ میں پاکستان کے رکن ہونے کا بھی۔ آزادی کے ۴۳ برسوں میں ہم نے چار مرتبہ کوشش کی کہ عالمی عدالت کے بنچ پر ایک نشست ہمیں مل جائے۔ پہلی کوشش تو سر محمد ظفراللہ کی کامیابی کی صورت میں بار آور ہوئی۔" (بقیہ مضمون میں باقی کی تین کوششوں کی ناکامی کی تفصیل دی گئی ہے۔ ناقل)

("عالمی عدالت اور ہماری شکست" از افتخار علی شیخ ایڈووکیٹ مطبوعہ نوائے وقت ۴ دسمبر ۱۹۹۰ء)

خراج تحسین کے متعلق دو وقیع حوالے

پاکستان کا بطل جلیل عالم..... کا سچا غمخوار اور مسلمہ وکیل اور اقوام متحدہ کا مرد جری چوہدری محمد ظفراللہ خان ایک نہایت ہی کامیاب اور پروقار زندگی گزار کر آخر یکم ستمبر ۱۹۸۵ء کو (ترانوے سال کی عمر میں) اپنے رب کے حضور حاضر ہو گیا۔ آپ کی وفات کی خبر سارے عالم میں پھیل گئی اور ہر طرف غم واندوہ کی لہر برپا ہو گئی۔ آپ کی بے لوث خدمات اور عظیم شخصیت کا برملا تذکرہ کیا گیا۔ یہاں صرف دو مستند حوالے پیش کئے جاتے ہیں۔

(الف): نوائے وقت مورخہ ۳ ستمبر ۱۹۸۵ء کا نوٹ بعنوان "حالات زندگی" صفحہ ۷

(ب): پاکستان ٹی وی کا یکم ستمبر ۱۹۸۵ء کی رات کے خبرنامہ کا نشریہ جس کی ویڈیو ٹیپ خاکسار راقم الحروف کے پاس محفوظ ہے۔

"آپ ۱۹۳۰ء میں آل انڈیا مسلم لیگ کے صدر رہے دونوں گول میز کانفرنسوں میں مسلمانان ہند کی نمائندگی اور ان کے حقوق کیلئے تاریخی وکالت کی۔ اقوام متحدہ کے مستقل مندوب کی حیثیت میں چوہدری صاحب نے افریقہ اور عالم اسلام کے ممالک خصوصاً مشرق وسطی کے مسلم ممالک کی گراں بہا خدمات انجام دیں۔ اور آپ کی مخلصانہ وکالت کے نتیجے میں مراکش، الجزائر اور لیبیا کو آزادی اور خود مختاری حاصل ہوئی۔ تیونس، مراکش اور اردن نے آپ کو اپنے سب سے بڑے نشان اعزاز سے نوازا۔ اقوام متحدہ سے (وفد برائے فلسطین) کی واپسی پر آپ کو حضرت قائد اعظم محمد علی جناح نے پاکستان کا پہلا وزیر خارجہ مقرر کیا۔ آپ اس عہدے پر سات سال تک فائز رہے۔"

پاکستان ٹی وی کا نشریہ

محتاط ترین رویہ اختیار کرنے کی ہدایات کے باوجود پاکستان ٹیلی

ویژن کی یکم ستمبر ۱۹۸۵ء کی رات کو اپنے خبرنامے میں یہ خبر نشر کئے بغیر نہ رہ سکا۔

"آزادی کے بعد چوہدری صاحب کو پاکستان کے پہلے وزیر خارجہ بننے کا اعزاز حاصل ہوا۔ وہ ۱۹۵۴ء تک اس عہدے پر فائز رہے.... انہیں اقوام متحدہ کی جنرل اسمبلی کا صدر اور بین الاقوامی عدالت انصاف کا صدر منتخب ہونے کا اعزاز بھی حاصل رہا۔ چوہدری صاحب سیاسیات سے لے کر بین الاقوامی قانون تک اٹھارہ کتابوں کے مصنف تھے۔ صدر مملکت محمد ضیاء الحق نے چوہدری ظفراللہ خان کی وفات پر ان کی بیٹی کے نام ایک تعزیتی پیغام میں کہا ہے کہ وہ طویل اور ممتاز کریئر کے مالک بزرگ سیاستدان تھے۔ انہوں نے قانون دان کے طور پر بڑی عزت پائی۔ وہ اپنی قانونی فہم و فراست کی وجہ سے معروف حیثیت کے مالک تھے۔ پاکستان کے پہلے وزیر خارجہ کی حیثیت سے انہوں نے کئی بین الاقوامی کانفرنسوں اور اقوام متحدہ میں ملک کی بڑی اچھی نمائندگی کی۔ صدر مملکت نے کہا کہ ان کے انتقال سے ملک ایک ممتاز شہری سے محروم ہو گیا ہے۔ رب کریم سے دعا ہے کہ وہ ان کی روح کو سکون پہنچائے۔"

میدان جنگ کے دو ہیرو بھائی

۱۹۶۵ء کی جنگ میں عساکر پاکستان نے بے شمار حیرت انگیز اور ایمان افروز کارنامے دکھائے۔ تینوں افواج پاکستان کے قابل فخر معرکے پاکستان کی تاریخ کا ایک روشن باب ہیں۔ ان جانفروشوں اور دلیروں میں دو احمدی سپوتوں اختر حسین ملک اور عبدالعلی ملک کا نام بھی تابندہ و پائندہ رہے گا۔ دونوں بھائیوں نے اپنی جرات و شجاعت اور کامیاب منصوبہ بندی کی بنا پر ہلال جرات کا نشان حاصل کیا جو نشان حیدر کے بعد دوسرا سب سے بڑا فوجی اعزاز ہے۔ یاد رہے کہ عظیم ترین فوجی نشان یعنی نشان حیدر بے مثال شجاعت و ہمت کا مظاہرہ کر کے راہ وطن میں شہید ہو جانے والے فوجی سپوت کو ہی عطا ہوتا ہے۔ دفاع وطن میں اپنے جوہر دکھا کر سلامت لوٹنے والے ممتاز سپوت کے لئے بڑے سے بڑا فوجی اعزاز ہلال جرات ہی ہے۔

محاذ کشمیر کا ہیرو جنرل اختر حسین ملک

۶۵ء کی جنگ میں انہوں نے نہ صرف آزاد کشمیر کی طرف دشمن کو میلی آنکھوں سے دیکھنے سے باز رکھا بلکہ دشمن کے مضبوط مورچوں اور گڑھ چھمب اور جوڑیاں کو روندتے چلے گئے اور GRAND SLAM (گرینڈ سلیم) یعنی برق رفتار اور مکمل کامیابی حاصل کرلی اور اپنی فوج کے ساتھ اکھنور جیسے اہم اور مرکزی اہمیت کے مقام کی طرف بڑھنے لگے مگر اس کے بعد کیا ہوا اس افسوسناک حقیقت کے لئے یہ حوالہ ملاحظہ کیجئے۔ قدرت اللہ شہاب جنگ ۶۵ء کے سلسلہ میں "محاذ کشمیر" کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:-

"جنرل اختر حسین ملک نے اپنے پلان کے مطابق کاروائی شروع کی اور اکھنور کو فتح کرنے کے قریب ہی تھے کہ جنرل موسیٰ سمیت کئی جرنیل بھی تشویش میں پڑ گئے کہ اگر جنرل اختر حسین ملک کی مہم کامیاب ہوگئی تو وہ ایک فوجی ہیرو کی حیثیت سے ابھریں گے۔ صدر ایوب سمیت غالباً بہت سے فوجی اور غیر فوجی صاحبان اقتدار نہیں چاہتے تھے کہ میجر جنرل اختر ملک اس جنگ کے ہیرو بن کر ابھریں اور فوج کے اگلے کمانڈر انچیف کے عہدے کے حقدار بن سکیں کیونکہ یہ عہدہ صدر ایوب نے ذہنی طور پر پہلے سے ہی جنرل یحیی خان کے لئے محفوظ کر رکھا تھا۔ چنانچہ عین اس وقت جب میجر جنرل اختر حسین ملک انتہائی کامیابی سے چھمب اکھنور سیکٹر پر تیزی سے آگے بڑھ رہے تھے انہیں معاً ان کی کمانڈ سے ہٹا دیا گیا اور ان کی جگہ جنرل یحیی خان کو یہ کمان سونپ دی گئی۔ غالباً اس لئے کہ وہ پاکستانی فوج کو اکھنور فتح کرنے کی کوشش سے باز رکھ سکیں۔ یہ فریضہ انہوں نے نہایت کامیابی سے انجام دیا"۔ ("شہاب نامہ" صفحہ ۸۸۵)

(ب) نوائے وقت کے معروف کالم "نور بصیرت" کے کالم نگار میاں عبدالرشید "غداروں کی جنت" کے زیر عنوان رقمطراز ہیں:-

"۱۹۶۵ء کی جنگ میں جس جرنیل نے اکھنور محاذ پر نالائقی دکھائی تھی اور جو بعد میں عین جنگ کے دوران سیالکوٹ محاذ سے چھٹی لے کر بھاگ گیا تھا اسے اس کی ان "خدمات" کے عوض کمانڈر انچیف بنا دیا گیا"۔

("نوائے وقت" مورخہ ۱۲ دسمبر ۱۹۸۷ء)

چونڈہ کا مرد میدان بریگیڈیئر عبدالعلی ملک

سیالکوٹ سیکٹر میں چونڈہ کا معرکہ ایک عظیم اور فیصلہ کن معرکہ تھا۔ جہاں جنگ عظیم کے بعد ٹینکوں کی سب سے بڑی لڑائی لڑی گئی اور اللہ تعالیٰ نے بریگیڈیئر عبدالعلی ملک (جو بعد میں جرنیل کے عہدہ تک پہنچے) کی کمان میں پاک فوج کو عظیم الشان فتح نصیب فرمائی۔ حوالے ملاحظہ فرمائیے۔

(الف) معروف کشمیری قلمکار کلیم اختر اپنے مضمون "۶ ستمبر کی پاک بھارت جنگ کا پس منظر" (مطبوعہ ۶ ستمبر ۱۹۹۰ء "نوائے وقت) میں لکھتے ہیں:-

"سیالکوٹ میں چونڈہ کا تاریخی معرکہ ہوا جہاں ٹینک ٹینکوں سے ٹکرا گئے۔ اس محاذ جنگ پر بریگیڈیئر عبدالعلی ملک اور کرنل جمشید خان نے جرات اور بہادری کی نئی تاریخ مرتب کی۔ یہ دونوں جیالے جرنیل بنے اور پاکستان کی سرحدوں کے بہترین محافظ گردانے گئے" ("نوائے وقت" ۹۰-۹-۶)

(ب) روزنامہ "جنگ" مورخہ ۱۲ مئی ۱۹۹۷ء کے صفحہ ۷ پر جناب ای۔ اے۔ ایس بخاری صاحب کا ایک مضمون بعنوان "چونڈہ" شائع ہوا ہے جس میں عبدالعلی ملک کو "محافظ چونڈہ" بیان کیا گیا ہے۔ صاحب مضمون لکھتے ہیں:-

"یہ سچ ہے اگر چونڈہ دشمن کے ہاتھ آجاتا تو سب کچھ دشمن کے ہاتھ آجاتا مگر کافی مار پیٹ کے بعد دشمن ملک عبدالعلی کو مغلوب نہ کر سکا اور نہ ہی چونڈہ لے سکا"۔

آگے چل کر صاحب مضمون ایک تاریخی اور پرلطف واقعہ سپرد قلم کرتے ہوئے یوں بیان کرتے ہیں:-

"جب جنگ کی شدت میں ذرا کمی ہوئی تو فیلڈ مارشل ایوب صاحب پسرور تشریف لائے اور انہوں نے افسروں سے خطاب کے دوران کچھ یہ الفاظ استعمال کئے "چونڈہ کے معرکے میں کیا ہوا۔ ہندوستانیوں نے حملہ کیا مگر علی وہاں موجود تھا......."۔

"the indian attacked, but ali was there"

مضمون نگار اپنے مضمون کو اس پرلطف شعر پر ختم کرتے ہیں:-

بہت غرور تھا ہوش و حواس پر لیکن
نظر جب ان سے ملی ہے تو ہوش آیا ہے

(ج) ۱۹۶۵ء کی جنگ کے چند ماہ بعد معروف صحافی اور قلمکار جناب شریف فاروق کی زبردست کتاب "پاکستان میدان جنگ میں" جنوری ۱۹۶۶ء میں منظر عام پر آئی جو ایک مستقل تاریخی دستاویز کی حیثیت رکھتی ہے۔ اس کتاب کے صفحہ ۲۴۴ پر بریگیڈیئر عبدالعلی ملک کے متعلق یہ الفاظ تحریر ہیں:-

"انہوں نے چونڈہ کے محاذ پر بھارتی ٹینکوں کے حملہ کو قبرستان میں تبدیل کر دیا"۔

ہلال جرات کا پس منظر

متذکرہ کتاب ("پاکستان میدان جنگ میں") کے ایک باب کا عنوان ہے "پاک بری فوج کے ہیرو" اس باب میں بری فوج کے ان شیروں اور دلیروں کے نام اور کام بیان کئے گئے ہیں جنہوں نے میدان کارزار میں کارہائے نمایاں دکھائے ہیں۔ ان میں کچھ تو داد شجاعت دیتے ہوئے جام شہادت نوش کر گئے اور کچھ دشمنوں کو زیر زبر کرنے کے بعد غازی بن کر لوٹے۔ اس باب میں پہلے نمبر پر جنگ ستمبر کے عظیم ہیرو میجر عزیز بھٹی شہید کا ذکر خیر ہے۔ دوسرے نمبر پر مجاہد کشمیر جنرل اختر حسین ملک کا تذکرہ ہے اور چوتھے نمبر پر محاذ چونڈہ کے اولوالعزم ہیرو عبدالعلی ملک کی جراتوں کا ذکر ہے۔ آیئے اس پر ایک نظر ڈال کر دیکھیں۔

"پاکستان میدان جنگ میں صفحہ ۲۴۴ میجر جنرل اختر حسین ملک (ہلال جرات) کشمیر میں جنگ بندی لائن پر جب بھارتی فوج کی جارحانہ سرگرمیاں بہت بڑھ گئیں تو میجر جنرل اختر حسین ملک (ستارہ قائد اعظم) کو جو ایک پیدل فوج کے جنرل افسر کمانڈنگ ہیں کشمیر کے علاقہ میں حملہ کی کمان سونپی گئی۔ چھمب کے علاقہ میں بھارتی فوج کی مورچہ بندیاں بڑی مستحکم تھیں اور ان کا گیریزن بھی بڑا مضبوط تھا۔ میجر جنرل اختر حسین ملک نے نہ صرف بھارت کے اس مورچہ پر حملہ کیا بلکہ اس کے گیریزن کو بھی مکمل طور پر تباہ کر دیا حالانکہ ان کے پاس جو فوج تھی عام حالات میں اس کے لئے اتنا بڑا کام انجام دینا بہت مشکل سمجھا جاتا

ہے۔ صدر ایوب نے اس حملہ کی کامیاب قیادت اور اچھی منصوبہ بندی اور ذاتی شجاعت کے اعتراف میں انہیں ہلال جرات کا اعزاز عطا کیا"۔

(صفحہ ۲۴۵) بریگیڈیئر عبدالعلی ملک (ہلال جرات)

فورس کمانڈر بریگیڈیئر عبدالعلی ملک نے دشمن کی بہت بڑی اور مضبوط طاقتور فوج کے مسلسل حملوں کے باوجود پاکستانی علاقہ چونڈہ کا بڑی دلیری اور شجاعت سے دفاع کیا۔ دشمن نے پاکستانی فوج کی پوزیشن پر کئی دن تک متواتر گولہ باری کی۔ جس سے خوفناک تباہی پھیلی۔ عام حالات میں فوج اس تباہ کن گولہ باری کا مقابلہ نہ کر سکتی تھی لیکن بریگیڈیئر عبدالعلی ملک نے اپنی ذاتی مثالی جرات اور لیاقت سے نہ صرف فوج میں ڈٹے رہنے اور دشمن کا مقابلہ کرنے کا حوصلہ پیدا کیا بلکہ دشمن پر مہلک ضربات لگائیں اور اسے مفلوج کر دیا۔

صدر نے انہیں ان کی غیر معمولی صلاحیتوں کے اعتراف کے طور پر ہلال جرات کا اعزاز عطا کیا۔

مقدروں کے نوشتے مٹا کے لوٹیں گے
یہ کامرانی کے ڈنکے بجا کے لوٹیں گے
(ثاقب)

ماہر اقتصادیات جناب ایم ایم احمد

ایوب خان کی صدارت کے ابتدائی سالوں میں ایم۔ ایم۔ احمد مغربی پاکستان کے ایڈیشنل چیف سیکرٹری تھے۔ چونکہ صدر ایوب تعمیر و ترقی وطن کے لئے جوہر قابل کی تلاش میں رہتے تھے اور ان کی جستجو تک تنگ نظری اور مذہبی تعصب کی رسائی نہ تھی اس لئے ایم۔ ایم۔ احمد کی خدمات مرکزی حکومت کو سونپ دی گئیں۔ وہ وزارت خزانہ کے سیکرٹری مقرر ہوئے۔

آپ معاشیات و مالیات کے امور میں اتنے کامیاب ثابت ہوئے کہ صدر ایوب خان نے انہیں منصوبہ بندی کمیشن کا ڈپٹی چیئرمین مقرر کر دیا۔ (چیئرمین خود صدر ہوا کرتے تھے)۔

یحیٰ خان کے دور میں انہیں صدر پاکستان کا اقتصادی مشیر مقرر کیا گیا۔ یہ عہدہ مرکزی وزیر کے برابر تھا اور یوں جناب ایم۔ ایم۔ احمد کی ذمہ داریوں اور مصروفیت کو پر لگ گئے۔

۱۹۷۱ء میں جب مشرقی پاکستان کے حالات بہت خراب ہونے لگے تو ملکی معیشت کو سنبھالنا ایک کوہ گراں تھا لیکن ایم۔ ایم۔ احمد نے اپنے تجربے، لیاقت اور فراست کو کام میں لاتے ہوئے پنجسالہ منصوبے پر عمل درآمد جاری رکھا۔ اس بحران کے دوران وہ وحشتناک وقت بھی آیا جب مشرقی پاکستان میں مکتی باہنی کے ظالم دشمنان وطن نے ہندو غداروں اور ہندوستانی ایجنٹوں اور جاسوسوں کے ساتھ مل کر پاکستانی معیشت کو پوری طرح تباہ کرنے کا مکروہ منصوبہ بنایا اور مشرقی پاکستان کے بینکوں سے لکھوکھا روپے کے بڑے کرنسی نوٹ لوٹ لئے۔ مقصد یہ تھا کہ یہ ان گنت روپیہ بیرون ملک ہندوافغانستان منتقل کر کے دوبارہ پاکستان میں داخل کیا جائے اور اونے پونے اشیائے صرف کو خرید کر ملکی معیشت کو تباہ اور نظام زندگی کو مفلوج کر دیا جائے۔ صدر کے اقتصادی مشیر اور ماہر مالیات جناب ایم۔ ایم۔ احمد نے سٹیٹ بینک کے گورنر اور دوسرے زعماء کے ساتھ مل کر دشمنان وطن کے اس فتنے کو ناکام و نامراد بنانے کی منصوبہ بندی کی اور حکومت پاکستان کے فیصلے کے مطابق ۸ جون ۱۹۷۱ء کو پانچ سو روپے اور ایک سو روپے والے کرنسی نوٹوں کو منسوخ کر دیا گیا۔ ملک کی معیشت اور روزمرہ زندگی کے نظام کے لئے یہ ایک انتہائی ضروری اور بروقت دانشمندانہ اقدام تھا۔ قومی اخبارات نے اس فیصلہ کی بہت تعریف کی

ایم۔ ایم۔ احمد کا پیش کردہ مثالی مرکزی بجٹ ۱۹۷۱۔ ۱۹۷۲ء

یہ بیان کیا جا چکا ہے کہ ۱۹۷۱ء میں ملک کس کٹھن اور پر آشوب دور سے گزر رہا تھا۔ ملکی معیشت پر اندرونی و بیرونی دباؤ اور بوجھ ناقابل بیان حد تک بڑھ رہا تھا۔ مشرقی پاکستان میں انتہائی دگرگوں حالت کے ساتھ ساتھ فوجی اخراجات کی زیادتی اور اپنوں کی یلغار نے ملک کو سخت پریشان حال کیا ہوا تھا۔ ان حالات کے باعث عوام و خواص کے اذہان پر ایک اچھا خاصا خوف طاری تھا کہ نیا بجٹ ۱۹۷۱ء۔ ۱۹۷۲ء بھاری عوامی ٹیکس لے کر آئے گا اور روزمرہ استعمال

کی اشیاء کی قیمتیں بہت چڑھ جائیں گی۔ لیکن ۲۶ جون ۱۹۷۱ء کی سہ پہر قوم کے لئے دوہری خوشگوار حیرت لے کر آئی۔ پہلی یہ کہ صدر پاکستان کے اقتصادی مشیر جناب ایم۔ ایم۔ احمد نے اپنی بجٹ تقریر (جو ریڈیو پاکستان سے بھی نشر ہوئی) کا آغاز بسم اللہ الرحمن الرحیم پڑھ کیا (جس کا ہمارے ہاں قطعاً رواج نہیں تھا) اور دوسری یہ کہ ایم۔ ایم۔ احمد کا تیار کردہ بجٹ ہمارے ملک کے روایتی کمر توڑ بجٹوں کی بجائے ایک سکون بخش اور خوش کن بجٹ تھا۔ ۲۷ جون ۱۹۷۱ء کے ملکی اخبارات میں اس بجٹ کی تفاصیل اور اس پر ان کا اظہار خیال شائع ہوا۔

(الف) "پاکستان ٹائمز" (لاہور) کی شہ سرخی تھی "خود اعتمادی اور کفایت شعاری کا بجٹ"۔ پاکستان ٹائمز کی اسی اشاعت کی دوسری خبر کی سرخی تھی "بجٹ تجاویز کے حقیقت پسندانہ ہونے کا خیر مقدم کیا گیا"۔ تفصیل میں درج تھا:۔

"ہفتے کے روز جو بجٹ پیش کیا گیا اس کا لاہور کے شہر میں بڑے اطمینان کے ساتھ خیر مقدم کیا گیا کیونکہ نئے ٹیکسوں کے متعلق جو تجاویز رکھی گئی ہیں ان کا عام آدمی پر زیادہ بوجھ نہیں پڑے گا"۔

(ب) پاکستان ٹائمز کی ۲۸ جون ۱۹۷۱ء کی اشاعت میں پہلے صفحہ پر اخبار کے خصوصی نمائندے کی رپورٹ شائع ہوئی۔ تفصیل یوں تھی:۔

"راولپنڈی ۲۷ جون۔ اتوار کو عوام کا موڈ اس سے مختلف تھا جو عموماً بجٹ کے بعد ہوا کرتا ہے۔ قیمتوں کے چڑھ جانے کے امکانی خوف اور خفگی کی بجائے عوام راحت محسوس کر رہے ہیں۔ وہ اس بے رحم تلوار سے محفوظ ہو گئے ہیں جو عمومی معاشی بدحالی اور مشرقی پاکستان کے بحران کے پیش نظر ناگزیر معلوم ہوتی تھی۔

بجٹ کے دو نمایاں پہلو ہیں ٹیکسوں کے عائد کرنے میں معقولیت اور خود پر انحصار کرنے کی اشد ضرورت"۔

م۔ ش کی ڈائری

"نوائے وقت" مورخہ ۲۹ جون ۱۹۷۱ء میں شائع ہونے والی اپنی ڈائری میں ملک کے کہنہ مشق اور ممتاز صحافی جناب م۔ ش لکھتے ہیں:۔

"صدر کے اقتصادی مشیر جناب ایم۔ ایم۔ احمد نے راولپنڈی میں اپنی بجٹ تقریر کا آغاز "بسم اللہ الرحمن الرحیم" پڑھ کر کیا۔ لیکن پاکستان کے اخبارات اس کا ذکر گول کر گئے۔ نیز بی بی سی نے جناب ایم۔ ایم۔ احمد کی تقریر کے صرف اس حصے کو نشر کیا جس میں پاکستان کی مالی مشکلات اور سیاسی پیچیدگیوں کا ذکر تھا لیکن یہ بتانے کی زحمت گوارا نہ کی کہ ان مشکلات کے باوجود بجٹ میں عوام کی ضروریات زندگی پر مزید ٹیکس کا بار نہیں ڈالا گیا اور مشروط غیر ملکی امداد پر غور کرنے سے صاف انکار کر دیا گیا"۔

آگے چل کر جناب م۔ ش لکھتے ہیں:۔

"میرے خیال میں جناب ایم۔ ایم۔ احمد پہلے فنانشل ایکسپرٹ ہیں جنہوں نے اپنی بجٹ تقریر پاکستان کے ایک نظریاتی مملکت ہونے کا واشگاف الفاظ میں اعلان کیا اور اس کے ساتھ یہ بھی کہا کہ پاکستان کے قیام میں اللہ تعالیٰ کی مشیت کو دخل حاصل تھا۔ انہوں نے لوگوں سے اپیل کی کہ وہ اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کے ساتھ اس جذبہ کو از سر نو فروغ دیں جو قیام پاکستان کا باعث ہوا تھا"۔

آگے لکھا ہے:۔

"جناب ایم۔ ایم۔ احمد نے ایک غیرت مند محب الوطن پاکستانی کی حیثیت سے اس چیلنج کو بھی قبول کرنے کے عزم کا اظہار کیا ہے جو بیرونی ملکوں کی طرف سے مشروط مالی امداد کی شکل میں پاکستان کے سر پر تلوار کی طرح لٹک رہا ہے...... ایم۔ ایم۔ احمد کا یہ اعلان پاکستان کے دشمنوں کے ناپاک منصوبوں پر بم بن کر گرے گا"۔

(ص) "نوائے وقت" مورخہ ۲۷ جون ۱۹۷۱ء کے صفحہ اول کی ایک خبر:۔

"ایم۔ ایم۔ احمد کو مبارکباد۔ راولپنڈی ۲۶ جون۔ آج جب ایم۔ ایم۔ احمد نے اپنی بجٹ تقریر ختم کی تقریب میں موجود متعدد سرکردہ صنعتکاروں اور بنکاروں نے ایک اچھا بجٹ پیش کرنے پر مبارکباد پیش کی۔ یہ تقریب حسب سابق نہایت سادہ تھی"۔

قیام واستحکام پاکستان اور احمدیہ لٹریچر

(عبد السمیع خان صاحب)

جماعت احمدیہ کے قیام کا ایک مقصد کل عالم کے . . . کی فلاح و بہبود اور بہتری کے سامان پیدا کرنا ہے۔ اس لئے جماعت احمدیہ اجتماعی سطح پر . . . عالم کو روحانی اور جسمانی اور ملکی اور قومی لحاظ سے بام عروج تک پہنچانے کیلئے ہر ممکن کوشش کرتی ہے۔ اور جماعت احمدیہ کی تاریخ ہر ملک کے اندر یہی گواہی دے رہی ہے۔ یہی خدمت جماعت احمدیہ نے برصغیر کے مسلمانوں کے لئے بھی سرانجام دی اور اجتماعی مسلم مفاد کو ملحوظ رکھتے ہوئے نہ صرف جماعت احمدیہ نے قومی طور پر مسلمانوں کی مدد کی بلکہ اپنی آسمانی فراست سے ان کی رہنمائی بھی کی جس کے بہترین نتائج مرتب ہوئے۔ تحریک پاکستان اور استحکام پاکستان میں جماعت احمدیہ نے بھرپور کردار ادا کیا

یہاں صرف اس لٹریچر کا جائزہ لینا مقصود ہے جو جماعت کی طرف سے پاکستان کے قیام اور مضبوطی کے سلسلہ میں وقتاً فوقتاً شائع ہوتا رہا۔ یہ بھی ایک لمبی داستان ہے۔ تقسیم ہند کے بعد چونکہ بہت سارا لٹریچر ضائع بھی ہو گیا اس لئے اس کا ذکر ممکن نہیں تاہم جو تحریری مواد موجود ہے وہ اس بات کی صداقت کیلئے کافی گواہ ہے کہ جماعت نے ہر مرحلہ پر مسلمانوں کی جو مدد اور رہنمائی کی ہے وہ عین ضرورت حقہ کے مطابق اور بے مثل ہے۔

اس باب میں سب سے بڑا حصہ تو جماعت احمدیہ کے دوسرے امام حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب خلیفہ المسیح الثانی کا ہے۔ جن کے متعلق یہ آسمانی خوشخبری بھی موجود تھی کہ وہ "اسیروں کی رستگاری کا موجب ہوگا" آپ نے اس تاریخی دور میں نہ صرف مسلم زعماء سے رابطہ رکھا بلکہ عوام الناس میں بھی شعور بیدار کرنے کے لئے پمفلٹ اور کتب تحریر کیں اور خطبات جمعہ میں بھی مسلسل لسانی جہاد جاری رکھا۔ آپ ہی کے نور سے استفادہ کرتے ہوئے جماعت احمدیہ کے قلمکاروں نے ان موضوعات پر مزید روشنی ڈالی اور پھر یہ سلسلہ جاری و ساری ہے۔

حضرت مصلح موعود نے وقتاً فوقتاً جو کتب یا رسالے تحریر فرمائے ان میں سے اہم مطبوعات کی فہرست پیش ہے۔ اس کے بعد ان میں چند نمایاں کتب کا نسبتاً تفصیلی تعارف پیش کیا جائے گا۔

فہرست کتب حضرت مصلح موعود

ترک موالات اور احکام اسلام دسمبر ۱۹۲۰ء، معاہدہ ترکیہ اور مسلمانوں کا آئندہ رویہ مئی ۱۹۲۰ء، ایک سیاسی لیکچر (لندن) ۲۶ ستمبر ۱۹۲۴ء، آل مسلم پارٹیز پروگرام پر ایک نظر ۱۶ جولائی ۱۹۲۵ء، ہندو مسلم فسادات اور ان کا علاج اور مسلمانوں کا آئندہ طریق عمل مارچ ۱۹۲۷ء، فیصلہ ورتمان کے بعد مسلمانوں کا اہم فرض اگست ۱۹۲۷ء، سائمن کمیشن کی رپورٹ پر تبصرہ دسمبر ۲۷، لیکچر شملہ دسمبر ۲۷، مسلمانوں کے حقوق اور نہرو رپورٹ پر تبصرہ جون ۲۸، ہندوستان کے سیاسی مسئلہ کا حل دسمبر ۳۰ء، تحفہ لارڈ اِرون مارچ ۳۱ء، راؤنڈ ٹیبل کانفرنس اور مسلمان اگست ۳۱ء، آل انڈیا کشمیر کمیٹی اور احرار اسلام اگست ۳۱ء، کشمیر کے لیڈر کی گرفتاری اور اہل کشمیر کا فرض جنوری ۳۳ء، کشمیر ایجی ٹیشن ۳۸ کے متعلق چند سوالات ۳۸ء، آئندہ الیکشنوں کے متعلق جماعت احمدیہ کی پالیسی اکتوبر ۱۹۴۵ء، اہل ہند اور پارلیمنٹری کمیشن کے نام حضور کا پیغام اپریل ۴۶ء، سکھ قوم کے نام اپیل جون ۴۷، حالات حاضرہ کے متعلق امام جماعت احمدیہ کا تبصرہ مئی ۴۷ء، اسلام کا آئین اساسی فروری ۴۸ء، قیام پاکستان اور ہماری ذمہ داریاں مارچ ۴۸ء،

اسلام اور ملکیت زمین جنوری ۵۰ء 'ہجرت ۵۱ء

ان میں سے بارہ اہم کتب کا تفصیلی تعارف درج ذیل ہے۔

(1) معاہدہ ترکیہ اور مسلمانوں کا آئندہ رویہ

تاریخ طبع ۳۰ مئی ۱۹۲۰ء: مطبع میگزین پریس قادیان: پرنٹر شیخ محمد نصیب صاحب

یہ مضمون الہ آباد میں یکم و دو جون ۱۹۲۰ء کو منعقد ہونے والی کانفرنس میں پڑھا گیا۔ اس میں معاہدہ کی شرائط کے نقائص پہ روشنی ڈالی اور فرمایا کہ بعض نے ہجرت کی تجویز پیش کی اور بعض نے لڑائی کو پسند کیا اور بعض نے قطع تعلق کو سراہا آپ نے ان کو نادرست اور ناقابل عمل قرار دیتے ہوئے ان پر بحث کی کہ

۱۔ ہجرت کا یہ کوئی موقع نہیں۔ سات کروڑ مسلمان ہندوستان چھوڑ کر کہاں جائیں۔

۲۔ ایک حکومت کو باقاعدہ تسلیم کر کے اس کے خلاف علم جہاد بلند نہیں کیا جاسکتا۔

۳۔ قطع تعلقی اور عدم موالات کے نتائج کے بارے میں فرمایا کہ اس سے مسلمان اپنی روزی سے ہاتھ دھو بیٹھیں گے اور تعلیم سے محروم ہو جائیں گے۔

(2)۔ ترک موالات اور احکام اسلام

مطبع: مرکنٹائل پریس لاہور۔ تاریخ طبع: ۵ دسمبر ۱۹۲۰ء

جب مسلمان اپنے وطن عزیز کو چھوڑ کر اور اپنے عزیز و اقارب سے منہ موڑ کر افغانستان کی طرف جارہے تھے تو حضور نے اس موقع پر یہ مضمون لکھا اور اس میں حامیان عدم موالات اور ہجرت کے خیالات کا بے بنیاد ہونا قرآنی آیات اور احادیث نبویہ سے ثابت کیا۔ وہاں یہ بھی فرمایا کہ اگر تم نے گاندھی کے کہنے پر ترک موالات کی تو اس کے خطرناک نتائج قوم کے حق میں نکلیں گے۔

3 ایک سیاسی لیکچر

مطبع: وزیر ہند امرتسر' تاریخ لیکچر: ۲۴ ستمبر ۱۹۲۴ء اشاعت یکم نومبر ۱۹۲۴ء مقام لیکچر: ڈیچ ہال لندن

یہ لیکچر حضور نے اپنے دورہ انگلستان کے موقع پر ڈیچ ہال میں ارشاد فرمایا اور اس میں ان باتوں کی طرف توجہ دلائی جس کی وجہ سے ہندو مسلم آپس میں اتحاد پیدا نہ کر سکے اور پھر ان باتوں کی طرف بھی توجہ دلائی جن سے یہ آپس میں اتحاد پیدا کر کے انگریز حکومت کا مقابلہ کر سکتے ہیں۔

(4)۔ ہندو مسلم فسادات ان کا علاج اور مسلمانوں کا آئندہ طریق عمل

تاریخ لیکچر: ۲ مارچ ۱۹۲۷ء: مقام لیکچر: بریڈ لا ہال لاہور: مطبع: اسلامیہ سٹیم پریس لاہور: تاریخ طبع: ۱۵ اپریل ۱۹۲۷ء

لاہور کے دورہ پر حضور نے دو پبلک لیکچر دئے ان میں سے یہ لیکچر پہلا تھا اس میں آپ نے ہندوؤں اور مسلمانوں سے مذہبی اور سیاسی رواداری اور احترام باہمی کی اپیل کرتے ہوئے اس امر پر زور دیا کہ مسلمانوں کو آپس میں متحد ہو جانا چاہئے ورنہ ان کیلئے اپنا وجود قائم رکھنا بھی دشوار ہو جائے گا۔ اور آپس میں چھوٹے چھوٹے اختلافات کو ختم کر کے ان تمام فرقوں کو جو اسلام کے دعویدار ہیں مسلمان سمجھیں۔ کیونکہ غیر مسلم کسی فرق و امتیاز کے بغیر تمام مسلمانوں کو نقصان پہنچانے کے درپے ہیں۔

(5)۔ لیکچر شملہ

اشاعت دسمبر ۱۹۲۷ء

حضرت مصلح موعود نے یہ لیکچر شملہ میں دیا اور لیکچر شملہ کے نام سے شائع ہوا اس میں مسلمانوں کی انفرادی اور قومی ذمہ داریاں بیان کی اور ہندوستان کے فتنہ و فساد والے حالات پر تبصرہ کرتے ہوئے مسلمانوں کو تلقین کی کہ چونکہ وہ تعداد' تعلیم' مالی لحاظ سے بھی تھوڑے ہیں اور گورنمنٹ سروسز کے لحاظ سے بھی۔ توانہیں فکر کرنی چاہئے کہ کل کیا حال ہوگا۔ پھر فرمایا کہ پس اٹھو اور قومی اور شخصی اصلاح کی فکر کرو۔ ورنہ حالت نہایت خطرناک ہے۔ حضور نے

رواداری کی تلقین کرتے ہوئے فرمایا۔ میں سچ کہتا ہوں کہ اگر مسلمان ترقی کرنا چاہتے ہیں اور انہیں کرنی چاہئے۔ تو رواداری اور امن کا قیام ہونا چاہئے۔ حضور نے مسلمانوں کا دوسرا قومی فرض اتحاد بنایا ہے تا قومی ترقی ہو سکے۔ تیسرا فرض نظام کی پیروی اور چوتھا فرض قومی آزادی قرار دیا۔

6 مسلمانوں کے حقوق اور نہرو رپورٹ

مطبع: اسلامیہ سٹیم پریس لاہور: تاریخ طبع: ۲۰ نومبر ۱۹۲۸ء

حضور نے اندرونی شہادتوں سے ثابت کیا کہ نہرو رپورٹ کسی صورت میں ہندوستان کی نمائندہ نہیں ہو سکتی کیونکہ اس میں مسلمانوں کے مطالبات کو کلیتہ نظر انداز کیا گیا ہے۔ آپ نے مسلمانوں کو خاص حفاظت کی ضرورت کی طرف توجہ دلائی اور فرمایا کہ مسلمان اپنے حقوق کی حفاظت کئے بغیر نئی حکومت پر راضی نہ ہوں نیز مسلمانوں کیلئے ایک مفصل لائحہ عمل تجویز فرمایا۔

(7)۔ ہندوستان کے موجودہ سیاسی مسئلہ کا حل

تاریخ طبع: دسمبر ۱۹۳۰ء: مطبع: روز بازار الیکٹرک پریس ہال بازار امرتسر: پرنٹر شیخ غلام یسین صاحب

اس میں سائمن کمیشن کی رپورٹ پر تبصرہ لکھا اور اس تبصرہ میں حضور نے مسلمانوں کے حقوق و مطالبات کی معقولیت پر سیر حاصل بحث کی اور اس میں ہندوستان کے سیاسی مسئلہ کا حل نہایت معقول اور احسن رنگ میں پیش کیا۔ جس سے گول میز کانفرنس میں مسلمان نمائندوں کو بہت تقویت پہنچی اور اس کے نتیجے میں وہ انگریز جو ہندوستان کو ہندوؤں کے ہاتھ میں دینا چاہتے تھے وہ مسلمانوں کے مطالبات کو منظور کرنے پر مجبور ہو گئے۔

(8)۔ تحفہ لارڈ ارون

تاریخ طبع: ۳۱ مارچ ۱۹۳۱ء: مطبع: اللہ بخش سٹیم پریس قادیان: پبلشر ملک فضل حسین صاحب

اس رسالہ میں حضور نے لارڈ ارون کی ان خدمات کا اعتراف کیا جو انہوں نے ہندوستان کی آزادی کے سلسلے میں کیں۔ پھر اس میں آپ نے ان کو دعوت حق دی اور فرمایا کہ ایسا تحفہ آپ کو کہیں سے بھی نہیں مل سکتا اور اس میں ان کو جماعت احمدیہ کی تعلیم کا تعارف بھی کروایا گیا ہے۔

(9)۔ آئندہ الیکشنوں کے متعلق جماعت احمدیہ کی پالیسی

تاریخ طبع: ۲۱ اکتوبر ۱۹۴۵ء: مطبع ضیاء الاسلام پریس قادیان

اس میں حضور نے ثابت کیا کہ کانگریس مسلمانوں کی نمائندہ جماعت نہیں بلکہ مسلم لیگ مسلمانوں کی نمائندہ جماعت ہے اور گاندھی جی اور وائسرائے بھی اسے تسلیم کرتے ہیں۔ نیز فرمایا:۔

۱۔ تمام احمدی اپنے ووٹ مسلم لیگ کو دیں۔

۲۔ دوسروں کو بھی میں تلقین کرتا ہوں کہ مسلم لیگ کو ووٹ دیں۔ فرمایا کہ جو احمدی کھڑا ہونا چاہئے وہ بھی مسلم لیگ میں سے ٹکٹ حاصل کرے اور پھر اس کے تمام امیدواروں کی بھی مدد کرے۔ وغیرہ

(۱۰) ہجرت

بھارت سے ہجرت کے بعد جب لاکھوں مسلمان مشکلات کا سامنا کر رہے تھے تو اس وقت حضور نے مسلمانوں کو تلقین کی کہ اگرچہ وہ اس وقت سخت تکلیف میں ہیں مگر آنے والے بھائیوں کے لئے حوصلہ دکھائیں۔ ان کے لئے اس طرح ایثار کریں جس طرح مدینہ کے انصار نے مہاجرین مکہ کے لئے نمونہ دکھایا تھا۔

(11)۔ قیام پاکستان اور ہماری ذمہ داریاں

مطبع: پی آر بی ایس پریس انار کلی لاہور: ناشر: مہتمم نشرو اشاعت نظارت دعوۃ و تبلیغ لاہور۔

یہ تقریر حضرت مصلح موعود نے ۱۸ مارچ ۱۹۴۸ء کو تھیوسافیکل ہال کراچی میں مقامی لجنہ سے خطاب کرتے ہوئے فرمائی۔ اس میں حضور نے سورۃ کوثر کی تفسیر بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ اس سورۃ میں

قومی فرائض اور ذمہ داریوں کی تفصیل بیان ہوئی ہے۔ اور اللہ تعالیٰ سے حصول مراد کے ذرائع بیان کئے گئے ہیں ہر احمدی کا فرض ہے کہ اس کے مضامین پر غور کرے کیونکہ انہوں نے خدا سے نیا عہد باندھا ہے۔ مزید اس میں حضور نے عورتوں کو نصائح کرتے ہوئے فرمایا کہ وہ اپنی اولاد کی اس رنگ میں تربیت کریں کہ وہ قوم اور ملک پاکستان کے استحکام میں ایک اہم کردار ادا کریں اور مفید وجود ثابت ہوں۔

(12) اسلام کا آئین

تاریخ طبع: فروری ۱۹۴۸ء: ناشر: عبد الرحمٰن انور وکیل الدیوان تحریک جدید جودھامل بلڈنگ لاہور: مطبع: گیلانی پریس ہسپتال روڈ لاہور

اس میں حضور نے پاکستان کے قانون اور آئین کو اسلامی قواعد پر مبنی ہونے کے بارہ میں اصول پیش کئے اور اسی طرح لیڈر کے انتخاب کیلئے حضور نے چند شرائط کا بھی اس کتاب میں ذکر کیا۔ پھر آگے جا کر اسی کتاب میں حضور نے چوری، اقتصادی نظام، مزدوروں کے متعلق اور قصاص قتل وغیرہ پر بھی اسلامی تعلیم کی رو سے روشنی ڈالی۔

○ ان کتب کے علاوہ حضور نے بیسیوں خطبات جمعہ ارشاد فرمائے جو ساتھ ساتھ الفضل میں شائع ہوتے رہے اور اب انوار العلوم کے نام سے کتابی شکل میں منظر عام پر آ رہے ہیں۔ ان میں سے نمونہ کے طور پر صرف ایک خطبہ کا خلاصہ درج ذیل ہے۔ جو آپ نے ۲۷ مارچ ۱۹۳۱ء کو ارشاد فرمایا۔

اس خطبہ میں آپ نے فرمایا کہ غیر کے مقابل پر تمام مسلمان متحد ہو جائیں۔ اگر شیعوں پر ہندو ظلم و ستم کریں تو سنی شیعوں کا ساتھ دیں اور اگر حنفیوں پر ظلم کریں تو اہلحدیث ان کا ساتھ دیں۔ اگر مسلمان زندہ رہنا چاہتے ہیں تو انہیں ایک ایسا سمجھوتہ کرنا چاہئے کہ اگر دیگر اقوام کی طرف سے کسی مسلمان فرقہ پر ظلم ہو تو اندرونی شدید اختلاف کے باوجود ایک دوسرے کی مدد کریں۔

(13)۔ ہندو راج کے منصوبے

ایک اور بہت اہم کتاب ملک فضل حسین صاحب نے تصنیف کی اس کتاب میں ہندوؤں کے عزائم کے بے نقاب کیا گیا ہے ایک دانشور نے اس پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھا۔

"مسلمانان ہند کو بیدار کرنے اور مطالعہ پاکستان میں جان ڈالنے میں مہاشہ فضل حسین کی کتاب "ہندو راج کے منصوبے" کا بھی کافی دخل ہے یقیناً قیام پاکستان کی تاریخ لکھنے والا کوئی مورخ اس کتاب کو نظر انداز نہیں کر سکتا۔

○ اب چند ایسی کتب کا ذکر مقصود ہے جن میں قیام پاکستان کے سلسلہ میں جماعت احمدیہ کی مساعی کا ذکر ہے اور قربانیوں کی داستانوں کو اکٹھا کیا گیا ہے جو جماعت کی طرف سے پیش کی جاتی رہیں۔

(14)۔ جماعت احمدیہ کی ملی خدمات

مصنف: مولانا دوست محمد صاحب شاہد: ناشر: جمال الدین انجم: مطبع: محمد محسن لاہور آرٹ پریس لاہور: تاریخ اشاعت: ستمبر ۱۹۸۰ء

کتاب میں پہلے ۴ ابواب میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی خدمات اس وقت کے حالات اور خدمات کی اقسام پر روشنی ڈالی گئی ہے۔ بعد کے ابواب میں جماعت احمدیہ کی روحانی، تبلیغی علمی اور قانونی خدمات کو نہایت خوبصورت پیرائے میں پیش کیا گیا ہے۔ کتاب کے اختتام میں حضرت مصلح موعود کا خوبصورت فرمان درج کیا گیا ہے۔ جس سے ان کے دل میں موجود ملت اسلامیہ کے درد کی جھلک نظر آتی ہے۔

(15)۔ تحریک پاکستان اور جماعت احمدیہ

مصنف: مولانا دوست محمد صاحب شاہد: پبلشر: مبارک احمد ساقی صاحب ایڈیشنل ناظر اشاعت و وکیل التصنیف لندن

اس کتاب میں مولانا صاحب نے وہ حقائق جمع کئے ہیں جن سے واضح ثابت ہوتا ہے کہ واقعۃً پاکستان کے قیام میں جماعت احمدیہ کا بہت بڑا ہاتھ ہے۔ اس میں حضور کا قائداعظم کو لندن سے واپس بلوانا اور مسلمانوں کی لیڈر شپ سنبھالنے کیلئے کہنا اور ۴۶-۱۹۴۵ء کے الیکشن وغیرہ میں مسلم لیگ کی بھرپور حمایت کرنا وغیرہ جیسے مضبوط دلائل درج ہیں۔ اسی طرح مختلف لیڈروں کے بیانات بھی جماعت

بقیہ صفحہ ۱۱ پر

[V] VISION ELECTRONICS

Deals In Satellite System, T.V., V. C. R Deck & Used Electronics

Prop:-

Munir Ahmad

Near Mirza Hospital
Court Road, Gujrat

PH. Shop: 04331-512151
Res: 04331-27479

Best Compliments From:-

M/s Z.N. TRADING (SINGAPORE) PTE. LTD.

Naveed. A. Saigal

67 High Street
 # 03-11B, S atnam House
Singapore - 179431

Tel:- 3383861 - (2 Lines)
Fax:- 3383862

Best Compliments From:-

M/s SAIGAL SONS

Clearing & Forwarding Agents

Nasir. A. Saigal

4th, Floor Room No. 6, Noman Tower Marston Road, Karachi

Tel:- 7732860 - 7731692
Fax:- 009221 - 7720723

پرچم ستارہ وہلال ۔ اور قومی ترانہ

(مکرم محمد شکر اللہ صاحب۔ ڈسکہ سیالکوٹ)

ہر ملک کا اپنا ایک مخصوص جھنڈا ہوتا ہے۔ قدیم یونانی اور رومی بھی جھنڈے استعمال کرتے تھے۔ موجودہ جھنڈوں میں سے ڈنمارک کا جھنڈا قدیم ترین ہے۔ بظاہر ملک کا پرچم بعض رنگ دار ٹکڑوں پر مشتمل ایک عام کپڑا ہی ہوتا ہے مگر عزت اور حرمت کی وجہ سے اس عام کپڑے کو خاص اہمیت حاصل ہو جاتی ہے۔ پھر قومی پرچم ہر قوم کی روایات اور نظریات کا بھی آئینہ دار ہوتا ہے۔ برطانوی جھنڈا (یونین جیک) انگلستان، سکاٹ لینڈ اور آئرلینڈ کے قومی بزرگوں سینٹ جارج، سینٹ اینڈرو اور سینٹ پیٹرک کی صلیبوں پر مشتمل ہے۔ روسی جھنڈے پر ہتھوڑے اور درانتی کا نشان ایک خاص مزدور پرست تحریک کے ذہن کی عکاسی کر رہا ہے۔ امریکہ کے پرچم پر ستاروں کی تعداد متحدہ ریاستوں کی تعداد کی طرف اشارہ کر رہی ہے۔

ترکیہ اور بہت سے دوسرے مسلمان ملکوں کے جھنڈوں پر ہلال کا نشان نمایاں رہا ہے۔ برعظیم کی سیاسی جماعتوں میں تحریک خلافت کے جھنڈے پر بھی ہلال کا نشان تھا۔ یہی ہلالی نشان مسلم لیگ کے جھنڈے پر رہا۔ غرض مختلف ملکوں کے جھنڈے اپنے دامن میں بہت کچھ سمیٹے ہوئے ہیں۔

(ماخوذ اردو جامع انسائیکلوپیڈیا: جلد اول: صفحہ ۴۹۸-۴۹۹)

پاکستانی پرچم

جب پاکستان کا خواب نامساعد حالات کے باوجود شرمندہ تعبیر ہوتا نظر آیا تو ۱۱ اگست ۱۹۴۷ء کو دستور ساز اسمبلی میں لیاقت علی خان مرحوم نے "پاکستان پرچم" کو منظوری کے لئے پیش کیا۔

(بحوالہ پاکستان ایک مختصر انسائیکلوپیڈیا: صفحہ ۷۶: امتیاز علی: مکتبہ امتیاز راجپوت مارکیٹ لاہور ۲)

چونکہ قومی پرچم مسلم لیگ کے جھنڈے سے گہری مشابہت رکھتا تھا اس لئے اسمبلی کے ایک غیر مسلم رکن کامنی کمار دتہ نے سب سے پہلے اس پر اعتراض کیا کہ یہ مسلم لیگ کا جھنڈا ہے۔ اسے پاکستانی جھنڈا قرار نہیں دیا جاسکتا۔ پاکستان میں بسنے والی اقلیتوں کو اس میں کوئی نمائندگی نہیں دی گئی۔ اس اعتراض کے جواب میں لیاقت علی خان مرحوم نے بتایا کہ سفید رنگ (جو در حقیقت سفید روشنی کی طرح سات مختلف رنگوں کا حسین امتزاج ہے) اقلیتوں کی نمائندگی کر رہا ہے۔ اس وضاحت کے بعد اس جھنڈے کو منظور کر لیا گیا اور چودہ اگست ۱۹۴۷ء کو پاکستان کے سفید و سبز پرچم نے آزاد ہوا میں لہرانا شروع کر دیا۔ جھنڈے کا ڈیزائن خود قائد اعظم اور لیاقت علی خان نے تجویز کیا تھا۔

"پاکستانی پرچم میں سبز رنگ امن اور خوشحالی کا، ہلال ترقی کا، ستارہ روشنی کا اور سفید عمودی پٹی اقلیتی فرقوں کا نشان ہے"۔

(ماخوذ از معلومات پاکستان: صفحہ ۷۷۔ مؤلف زاہد حسین انجم: مکتبہ میری لائبریری: لاہور نمبر ۲)

قومی پرچم کی ساخت

مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اس کی ساخت کے متعلق کچھ بنیادی معلومات پیش کر دی جائیں۔ ساخت کے اعتبار سے ہم اپنے پرچم کو دو حصوں میں تقسیم کرتے ہیں۔

(۱) کپڑا (۲) چاند تارا

(۱) کپڑا:- ہمارے قومی پرچم میں دو رنگ ہیں۔ ایک سفید اور

دوسرا سبز۔ جھنڈے کے طول و عرض میں تین اور دو کی نسبت ہے۔ سبز اور سفید حصے میں تین اور ایک کی نسبت ہوتی ہے۔

(۲) چاند تارا:۔ ممکن ہے آپ کے ذہن میں یہ خیال ہو کہ چاند تارا قومی پرچم پر آپ اپنی خواہش کے مطابق بنا سکتے ہیں۔ یہ صحیح نہیں۔

حکومت نے اس غرض کے لئے خاص "فارمولے" بنا رکھے ہیں۔ اس غرض کے لئے آپ کو تین دائروں کی ضرورت پڑے گی۔

پہلے دائرے کا نصف قطر= جھنڈے کی چوڑائی 3x

دوسرے دائرے کا مرکز= جھنڈے کی چوڑائی 13x

دوسرے دائرے کا نصف قطر= چوڑائی 10x

ان فارمولوں کو مدنظر رکھ کر دائرے لگائے جاتے ہیں اور چاند کی شکل بن جاتی ہے۔ ہمارے پرچم پر موجود ستارے کے پانچ کونے ہیں۔ ستارے کے دائرے کا مرکز اس فارمولے سے نکالا جاتا ہے۔

چوڑائی 1x

(بحوالہ "مطالعہ پاکستان معلومات کے آئینہ میں") مصنفہ ایس ایم میر: صفحہ ۶۱: علامہ اقبال روڈ: میرپور آزاد کشمیر)

(۲) عمارات پر لہرانے والے قومی پرچم کا سائز ۳ فٹ x ۲ فٹ ہونا چاہئے۔

قومی پرچم کے آداب

☆ بند جھنڈے کو کبھی سلامی نہیں دینی چاہئے۔

☆ قومی پرچم کسی انسان کے آگے جھکایا نہیں جاسکتا خواہ وہ ملک کا صدر یا بادشاہ ہی کیوں نہ ہو۔

☆ طلوع آفتاب سے قبل جھنڈا لہرانا نہیں چاہئے۔ اسی طرح غروب آفتاب سے پہلے اتار لینا چاہئے۔ جھنڈے کے اوپر سورج غروب نہیں ہونا چاہئے۔ قومی پرچم ہمیشہ دن کی روشنی میں لہرایا جاتا ہے۔

☆ قومی پرچم اگر خراب ہو جائے یا حکومت کے فارمولوں کے مطابق نہ ہو تو اس کو لہرانا مناسب نہیں۔

☆ قومی پرچم اگر بد رنگ ہو جائے یا ناقابل استعمال صورت اختیار کر لے تو اسے بہت احتیاط اور آرام سے تلف کر دینا چاہئے۔ جلا دینا چاہئے یا دریا برد کر دینا چاہئے۔ اگر یہ مناسب نہ ہو تو دفن کر دینا چاہئے۔ مگر یہ کاروائی لوگوں کے سامنے نہیں ہونی چاہئے۔

☆ مارچ پاسٹ کے وقت قومی جھنڈا سب سے آگے ہونا چاہئے۔

☆ ان سرکاری عہدیداروں کو اپنی کاروں پر قومی پرچم لہرانے چاہئیں جنہیں یہ اعزاز حکومت نے دے رکھا ہے۔

☆ ملک کے کسی بڑے لیڈر کے جنازے پر ملک کا جھنڈا ڈالا جاسکتا ہے۔ ایسا عزت افزائی کے لئے کیا جاتا ہے۔ پاکستانی پرچم کا سفید حصہ ایسی صورت میں سر کی جانب ہوگا اور سبز حصہ پاؤں کی سمت۔

۸۔ بین الاقوامی تقاریب اور اجتماعات کے موقعوں پر تمام ملکوں کے جھنڈے برابر اونچائی پر لہرانے چاہئیں۔

☆ اگر ملک میں کوئی اجتماع ہو جس میں مختلف شعبوں اور تنظیموں کے جھنڈے آئے ہوں تو قومی پرچم درمیان میں لہرانا چاہئے۔ نیز یہ پرچم دوسرے جھنڈوں سے بقدر اپنے عرض کے اونچا ہونا چاہئے۔

(بحوالہ "قومی پرچم اور اس کی حرمت": صفحہ ۱۲ تا ۱۳: مصنفہ رحمان صدیقی ایم۔ اے: مکتبہ چشتیاں ملتان: ۱۹۶۶ء)

قومی پرچم سرنگوں کرنا

قومی اور ملی صدمات اور سانحات کے مواقع پر اظہار غم کرنے کے لئے قومی پرچم سرنگوں کیا جاتا ہے۔ اس کا فیصلہ حکومت کرتی ہے۔ عوام یا عوام کے کسی عام ادارے یا کسی فرد کو یہ حق حاصل نہیں کہ وہ کسی صدمے پر قومی پرچم سرنگوں کر دے۔ دو دو تین تین دن بھی قومی جھنڈا سرنگوں رکھا جاسکتا ہے۔ (ایضاً: صفحہ ۱۷)

پرچم سرنگوں کرنے کا طریقہ

پہلے قومی پرچم کو پوری طرح بلندی تک لہرادیا جاتا ہے۔ جب انتہائی بلندی تک پہنچ جاتا ہے تو پھر کپڑے کی چوڑائی (عرض) کے برابر اسے نیچے لاکر باندھ دیا جاتا ہے۔ مثلاً اگر قومی پرچم کا عرض تین فٹ ہو تو سرنگوں کرتے وقت اسے انتہائی بلندی سے تین فٹ نیچے اتار لیا جائے گا۔ (ایضاً: صفحہ ۱۷)

آخر میں خدا کے حضور یہ دعا ہے کہ وہ اپنے فضل سے ہم سب پاکستانیوں کو اپنے پرچم کی کماحقہ عزت و تکریم کرنے اور ہمیشہ اسے سربلند رکھنے کی توفیق عطا فرمائے۔ (آمین۔ اللھم آمین۔)

چاند روشن چمکتا ستارا رہے
سب سے اونچا یہ جھنڈا ہمارا رہے
اسی جھنڈے پہ اب قوم کی لاج ہے
اسی جھنڈے پہ سب کی نظر آج ہے
جان و دل سے یہ سب کو پیارا رہے
چاند روشن چمکتا ستارا رہے

قومی ترانہ پاکستان

قومی ترانے سے مراد وہ گیت ہے جس کے بول قومی روایات کے ترجمان اور جس کی دھن قوم کے جذبات سے ہم آہنگ ہو۔ ہمارے قومی ترانے کی موسیقی جس میں الفاظ نہیں تھے پہلے پہل چھاگلہ صاحب نے جو مشرقی اور مغربی موسیقی کے ماہر تھے تیار کی۔ یہ حکومت پاکستان کو پسند آئی اور اسے منظور کرلیا گیا۔ اب سوال پیدا ہوا کہ اس موسیقی کے مناسب الفاظ بھی ہونے چاہئیں جو لوگ گا سکیں۔ چنانچہ حکومت نے قومی ترانے (الفاظ) کی تحریک سنہ ۱۹۵۲ء میں جاری کی۔ اعلان میں کہا گیا کہ ہر پاکستانی اس مقابلہ میں حصہ لے سکتا ہے اور جو ترانہ بہترین خیال کیا جائے گا اس کے لکھنے والے کو دس ہزار روپیہ انعام دیا جائے گا۔ اس پر بے شمار ترانے موصول ہوئے اور ان سے بہترین ترانہ قرار دینے کیلئے ایک کمیٹی بنادی گئی۔ جس کے صدر حکومت پاکستان کے وزیر داخلہ پیرزادہ عبدالستار تھے۔ اس کمیٹی نے سب ترانوں پر باقاعدہ غور کیا۔ بالآخر ابوالاثر حفیظ جالندھری کا ترانہ بہترین قرار دیا گیا اور حفیظ صاحب کو دس ہزار روپیہ انعام عطا ہوا۔ اس کے تقریباً تمام الفاظ چھاگلا صاحب کے ترانے کی دھن کے مطابق ہیں۔ البتہ چند الفاظ اب بھی ایسے ہیں جو دھن میں خفیف سی تبدیلی کی متقاضی ہیں۔ مگر غالباً اس کے بغیر کوئی چارہ بھی نہ تھا۔

قومی ترانہ کے آداب

قومی ترانہ کے آدب میں یہ ہے کہ جب قومی ترانہ بج رہا ہو اس وقت مؤدب کھڑے ہو جانا چاہئے اور اس وقت تک نہیں بیٹھنا چاہئے جب تک قومی ترانہ ختم نہ ہو جائے۔ اس دوران کسی بھی قسم کی گفتگو کرنا غیر مہذب ہے۔

قومی ترانہ سے متعلق معلومات کا مختصر خاکہ ملاحظہ کے لئے درج ذیل ہے۔

☆ پاکستان کا قومی ترانہ ابوالاثر حفیظ جالندھری نے لکھا۔
☆ پاکستان کے قومی ترانے میں کل پچاس الفاظ ہیں۔
☆ پاکستان کے قومی ترانے میں کل پندرہ مصرعے ہیں۔
☆ پاکستان کا قومی ترانہ ۱۹۵۴ء میں لکھا گیا۔
☆ قومی ترانے لکھے جانے سے پہلے اس کی دھن موسیقی مرتب ہوئی تھی۔
☆ پاکستان کے قومی ترانے میں کل (۳۸) ساز ہیں۔
☆ پاکستان کے قومی ترانے میں تین زبانوں اردو، فارسی اور عربی کا استعمال ہوا ہے۔
☆ پاکستان کا قومی ترانہ شاعری کی صنف (مخمس) میں لکھا گیا ہے۔
☆ قومی ترانے میں لفظ پاکستان صرف ایک بار آیا ہے۔
☆ پاکستان کا قومی ترانہ بجنے میں ایک منٹ بیس سیکنڈ کا وقت لگتا ہے۔
☆ جس کمیٹی نے پاکستان کا قومی ترانہ منظور کیا اس کے سربراہ کا نام عبدالستار پیرزادہ تھا۔
☆ پاکستان کا قومی ترانہ پہلی بار ۱۳۔ اگست ۱۹۵۴ء میں نشر ہوا۔
☆ پاکستان کے قومی ترانے کی دھن حکومت پاکستان نے اگست ۱۹۴۹ء کو منظور کی۔
☆ حکومت پاکستان نے ابوالاثر حفیظ جالندھری کے قومی ترانے کے الفاظ کا کاپی رائٹ ۴ اگست ۱۹۵۵ء کو خرید ا تھا۔

تیسری آل پاکستان سالانہ صنعتی نمائش 1997ء

زیر اہتمام مجلس خدام الاحمدیہ پاکستان

رپورٹ مرتبہ: نصیر احمد صاحب انجم ناظم اعلیٰ صنعتی نمائش

مورخہ ۱۴، ۱۵، ۱۶ اگست مجلس خدام الاحمدیہ پاکستان کے زیر اہتمام ایوان محمود ربوہ میں تیسری آل پاکستان صنعتی نمائش کا انعقاد کیا گیا۔ کیونکہ اس سال پاکستان کا پچاسواں یوم آزادی منایا جا رہا ہے اس لئے پاکستان گولڈن جوبلی کے حوالے سے بھی اس نمائش کو منعقد کیا گیا۔ خدا کے فضل سے یہ نمائش بہت کامیاب رہی، ہزاروں شائقین نے تین دن تک اس نمائش کو ذوق و شوق سے دیکھا اور لطف اندوز ہوئے۔ اس نمائش کا پس منظر اور تفصیلی رپورٹ درج ذیل ہے۔

پس منظر

حضرت مصلح موعود نور اللہ مرقدہ بانی خدام الاحمدیہ نے احمدی نوجوانوں کیلئے شعبہ صنعت و تجارت اس لئے قائم کیا تھا کہ وہ اپنے ہاتھ سے کام کرنے کے عادی ہوں اور کوئی نہ کوئی ہنر ضرور سیکھیں حضور نے ۲۳ اکتوبر ۱۹۵۰ء کو نوجوانوں کو فرمایا۔

"ہر خادم کو کوئی نہ کوئی ہنر آنا چاہئے۔ پڑھنا لکھنا غیر طبعی چیز ہے اور ہنر ایک طبعی چیز ہے۔ جو ہر جگہ کام آ سکتی ہے۔ پیشہ ور ہر جگہ اپنے گزارے کی صورت پیدا کر لیتا ہے اور لوگ اسے قدر کی نگاہ سے دیکھتے ہیں....."

نیز فرمایا:۔

"مختلف قسم کے ہنر اور پیشے جاننا غیر ملکوں میں جانے کیلئے بڑی سہولت پیدا کرنے والی چیز ہے اور ان کے ذریعے وہاں آسانی سے روزی کمائی جا سکتی ہے۔ اس کے علاوہ ہماری جماعت کی ترقی میں بھی ان پیشوں کا بہت حد تک دخل ہے۔"

شعبہ صنعت و تجارت کی اس اہمیت اور خدام کے ذوق و شوق کو دیکھتے ہوئے محترم صدر صاحب مجلس خدام الاحمدیہ پاکستان کی خواہش پر گزشتہ تین سال سے آل پاکستان صنعتی نمائش منعقد کرنے کا سلسلہ جاری ہے اور امسال تیسری آل پاکستان صنعتی نمائش کا اہتمام ایوان محمود ربوہ کے وسیع ہال میں کیا گیا۔

انتظامیہ

تیسری سالانہ آل پاکستان صنعتی نمائش کے سلسلہ میں کام کو بطریق احسن انجام دینے کیلئے شعبہ جات اور ان کے ناظمین تجویز کر کے محترم صدر صاحب مجلس خدام الاحمدیہ پاکستان سے ان کی منظوری لی گئی۔ انتظامیہ کی تفصیل یوں ہے۔

ناظم اعلیٰ: خاکسار نصیر احمد انجم

نائب ناظم اعلیٰ: حافظ حفیظ الرحمن صاحب

ناظم نمائش گاہ: مکرم سلیم الدین صاحب

ناظم تربیت و رہائش: مکرم ظفر اللہ خاں طاہر صاحب

ناظم سمعی و بصری و انعامات: مکرم عبد السمیع خان صاحب

ناظم رابطہ: مکرم حافظ عبد الاعلیٰ صاحب

ناظم آب رسانی و صفائی: مکرم انتصار احمد صاحب نذر

ناظم مہمان نوازی: مکرم شبیر احمد ثاقب صاحب

ناظم خوراک: مکرم ڈاکٹر سلطان احمد صاحب مبشر

ناظم رجسٹریشن: مکرم سید مبشر احمد صاحب ایاز

ناظم نظم وضبط و استقبال والوداع: مکرم قمر احمد صاحب کوثر

ایڈیشنل ناظم نظم وضبط: مکرم مسعود احمد سلیمان صاحب

ناظم روشنی: مکرم خلیل احمد صاحب تنویر

ناظم اسٹیج واشاعت: مکرم فخر الحق شمس صاحب

ناظم طبی امداد: مکرم ڈاکٹر عبد اللہ پاشا صاحب

ناظم حاضری و نگرانی: مکرم راجہ رفیق احمد صاحب

ناظم اسٹال: مکرم راجہ رشید احمد صاحب

جملہ انتظامیہ نے نمائش کے انعقاد کے سلسلہ میں بہت تعاون کیا۔ تمام ناظمین نے اپنے اپنے شعبہ کی سکیمیں مجلس عاملہ میں پیش کیں۔ جن کو گفت و شنید، غور و خوض اور ترامیم کے بعد منظور کیا گیا۔ ان منظور شدہ سکیموں کی ضرورت کے مطابق بجٹ تیار کیا گیا جسے محاسبہ کمیٹی میں رکھا گیا بعد ازاں محاسبہ کمیٹی کی سفارشات کی روشنی میں یہ بجٹ مجلس عاملہ نے منظور کیا۔ سکیموں اور بجٹ کی منظوری کے ساتھ ہی صنعتی نمائش کے جملہ شعبوں نے اپنا اپنا کام شروع کر دیا۔ انتظامیہ نے میٹنگز کر کے انتظامات کو بہتر بنانے کے بارہ میں بہت سی تجاویز زیر غور لا کر ضرور اقدامات کئے۔

کام کا باقاعدہ آغاز:۔

انتظامیہ کی تشکیل کے بعد اس کی پہلی میٹنگ ۶ اگست کو ہوئی۔ اور انتظامیہ کی کارگزاری مکرم ناظم صاحب اعلیٰ مجلس عاملہ کے اجلاس میں پیش کرتے رہے۔ اس طرح ساری مجلس عاملہ اور بالخصوص صدر محترم کے قیمتی مشوروں سے انتظامیہ مستفید ہوتی رہی۔ نمائش سے قبل ایک بکرا صدقہ دیا گیا اور سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی خدمت میں دعا کیلئے لکھا گیا۔

رابطہ:۔

قائدین اضلاع و علاقہ سے دو ماہ قبل رابطہ کیا گیا اور ضروری ہدایات پر مشتمل ایک سرکلر اضلاع کو بھجوایا گیا۔ اس نمائش میں شمولیت اختیار کرنے کیلئے اضلاع کو متعدد خطوط لکھے گئے۔ اس کے علاوہ دیگر ذرائع بھی رابطہ کیلئے استعمال کئے گئے۔

جائزہ انتظامات

مورخہ ۱۲ اگست کو ایک خصوصی تقریب میں انتظامیہ صنعتی نمائش کے ناظمین، نائبین و معاونین حاضر ہوئے جہاں صدر صاحب نے انہیں ڈیوٹی کی اہمیت کے بارہ میں گراں قدر ہدایات دیں۔ مورخہ ۱۳ اگست ساڑھے نو بجے رات صدر محترم نے ناظم اعلیٰ کے ہمراہ موقع پر جا کر مختلف شعبوں کو کام کرتے ہوئے دیکھا اور انہیں مفید ہدایات دیں۔

افتتاحی تقریب

تیسری سالانہ صنعتی نمائش کی افتتاحی تقریب ۱۴ اگست ۱۹۹۷ء کو صبح سات بجے ایوان محمود کے غربی لان میں منعقد ہوئی۔ اسٹیج کو پاکستان گولڈن جوبلی کے حوالے سے خصوصی طور پر سجایا گیا تھا۔ پاکستانی پرچم پر مشتمل جھنڈیاں لگائی گئی تھیں۔ اس تقریب کے مہمان خصوصی مکرم و محترم ملک خالد مسعود صاحب ناظر امور عامہ و امیر مقامی ربوہ تھے۔ تلاوت، عہد اور نظم کے بعد خاکسار نے رپورٹ پیش کی جس میں نمائش کے پس منظر اور انتظامات کے بارے میں بتایا۔ مہمان شرکاء کو خوش آمدید کہا اور مہمان خصوصی کا تعارف کروایا۔ اس کے بعد مہمان خصوصی محترم ملک خالد مسعود صاحب نے اپنے خطاب میں مجلس خدام الاحمدیہ پاکستان کی کوششوں کو سراہا اور ان کی کامیابی کی دعا کی۔ آخر پر آپ نے نمائش کی کامیابی کیلئے دعا کروائی۔ دعا کے بعد مہمان خصوصی نمائش گاہ کی طرف تشریف لے گئے اور فیتہ کاٹ کر نمائش کا افتتاح کیا اور دیگر مہمانوں کے ہمراہ نمائش ملاحظہ کی۔ بعد ازاں جملہ مہمانوں کی چائے سے تواضع کی گئی۔

رجسٹریشن

دفتر رجسٹریشن ایوان محمود میں ہی قائم کیا گیا تھا۔ پاکستان کے دور و نزدیک کے اضلاع سے شرکت کرنے والے خدام سے رجسٹریشن فارم پر کروا کے ٹکٹ رجسٹریشن جاری کیا گیا۔ یہ نمائش ضلعی بنیاد پر منعقد کی گئی۔ نمائش میں مندرجہ ذیل ۲۸ اضلاع کے ۱۲۷ خدام نے شرکت کی جب کہ گزشتہ سال ۲۴ اضلاع کے ۱۱۷ خدام نے شرکت کی تھی۔

سانگھڑ، فیصل آباد، سیالکوٹ، کراچی، جہلم، لودھراں، ملتان، شیخوپورہ، سرگودھا، نارووال، نواب شاہ، حافظ آباد، لاہور، منڈی بہاؤالدین، کوئٹہ، اوکاڑہ، جھنگ، گوجرانوالہ، اسلام آباد، حیدر آباد، قصور، بدین، خوشاب، عمرکوٹ، ساہیوال، بہاولنگر، بھکر اور ربوہ

رہائش و تربیت

تمام بیرونی خدام کیلئے رہائش کا انتظام ایوان محمود میں ہی کیا گیا۔ دوران نمائش باقاعدہ نماز باجماعت کا انتظام کیا گیا۔ نماز فجر کے بعد درس ہوتا رہا۔

نمائش گاہ

نمائش گاہ ایوان محمود کے وسیع ہال کو بنایا گیا۔ پاکستان گولڈن جوبلی کی وجہ سے ہال کو بڑی محنت سے سجایا گیا تھا۔ دیواروں پر مختلف چارٹس آویزاں کئے گئے تھے۔ پاکستان کے پرچم، جھنڈیوں اور لائٹنگ کے ذریعے ہال کو دیدہ زیب بنایا گیا تھا۔ میزوں پر سفید چادریں ڈال کر ہر ضلع سے آنے والی اشیاء نفاست کے ساتھ رکھی گئیں۔ کل ۶۸۲ اشیاء نمائش کیلئے رکھی گئی۔ جب کہ گزشتہ سال ۴۳۸ اشیاء رکھی گئی تھیں۔ ان اشیاء میں ہینڈی کرافٹس، ماڈلز، تصاویر، کیلی گرافی، پنسل سکیچز، چارٹس، الیکٹرونکس اور اہم معلومات کی کمپیوٹر پروگرامنگ وغیرہ شامل تھیں۔

نمائش میں داخلے کیلئے ٹکٹ رکھا گیا جس کی قیمت دو روپے تھی۔ اندازاً ۹ ہزار افراد نے یہ نمائش دیکھی۔ خواتین کیلئے علیحدہ اوقات مقرر تھے۔ مہمانوں کے تاثرات اور تبصرے کیلئے ایک Visitor'sBook بھی رکھی گئی تھی۔

طعام:۔

مہمان شرکاء کیلئے تین وقت کھانے کا انتظام ایوان محمود کے غربی لان میں کیا گیا تھا۔

مہمان نوازی:۔

تمام شرکاء اور خدام کی حسب ضرورت چائے اور مشروبات سے تواضع کی گئی جس کا انتظام گیسٹ ہاؤس خدام الاحمدیہ میں کیا تھا۔ اس کے علاوہ افتتاحی اور اختتامی تقریب کے مہمانوں کی خدمت میں چائے پیش کی گئی۔

سٹال:۔

سالانہ صنعتی نمائش کیلئے امسال انتظامیہ نمائش میں نئے شعبے کا قیام عمل میں آیا۔ ناظرین نمائش کیلئے اچھی، معیاری اور صاف ستھری اشیاء اور ریفرشمنٹ پیش کرنے کیلئے ناظم سٹال کا تقرر کیا گیا۔ چنانچہ یہ تجربہ کامیاب رہا اس سٹال پر معیاری اشیائے خوردونوش مناسب نرخوں پر رکھی گئی تھیں جن میں آئس کریم، بوتلیں، سموسے، پکوڑے، چاٹ وغیرہ شامل تھیں۔ شائقین و ناظرین ذوق و شوق سے یہاں آئے اور لطف اندوز ہوئے۔ خواتین اور بچوں نے بالخصوص سٹال سے فائدہ اٹھایا۔

روشنی:۔

رہائش گاہوں، نمائش گاہ، طعام گاہ اور ایوان محمود کے ماحول میں روشنی کا معقول اہتمام کیا گیا۔ بجلی بند ہونے کی صورت میں جنریٹر سے روشنی مہیا کی گئی۔

آب رسانی و صفائی

احاطہ ایوان محمود میں میٹھے پانی کی فراہمی کو ممکن بنایا گیا، روزانہ نمائش گاہ، ماحول اور بیوت الخلاء کی صفائی کا خصوصی انتظام کیا گیا۔ وضو والی جگہ پر صابن بھی مہیا کیا جاتا رہا۔ ایوان محمود کے دونوں اطراف ٹھنڈے پانی کے ڈرم رکھے گئے۔

نظم و ضبط

۱۳ تا ۱۷ اگست ایوان محمود کے گیٹ پر ڈیوٹی کا انتظام کیا گیا۔ ماحول کی حفاظت کی ذمہ داری احسن طریق پر انجام دی گئی۔

سمعی بصری:۔

شعبہ سمعی بصری نظارت اشاعت کے تعاون سے افتتاحی و اختتامی تقریب کے علاوہ نمائش گاہ اور دیگر اہم مواقع کی ریکارڈنگ کی گئی۔ شریک خدام سے ان کی بنائی ہوئی اشیاء کے بارہ میں تفصیلی انٹرویو بھی ریکارڈ کئے گئے۔ اس

یادگار نمائش کی کوریج کیلئے تصاویر بھی بنائی گئیں۔ شائقین میں سے بھی بعض کے انٹرویو کئے گئے۔

شرکاء کے اعزاز میں عشائیہ:۔ مورخہ ۱۶ اگست رات شرکاء خدام کے اعزاز میں عشائیہ دیا گیا۔ اس میں محترم صدر صاحب اور مرکزی عاملہ کے اکثر ممبران نے شرکت کی۔

مہمان شرکاء کے ساتھ صدر مجلس کی ملاقات:۔ مورخہ ۱۶ اگست صبح ساڑھے سات بجے مہمان شرکاء نمائش سے صدر محترم نے میٹنگ کی۔ محترم صدر صاحب نے شرکاء کو خوش آمدید کہا۔ اس موقع پر آپ نے نمائش سے متعلق اپنے خوشکن تاثر اور شرکاء کی محنت پر خوشنودی کا اظہار فرمایا۔

بسلسلہ گولڈن جوبلی پاکستان:۔ اس نمائش کا اہتمام خاص طور پر پاکستان کی آزادی کے پچاس سال مکمل ہونے کے سلسلے میں کیا گیا تھا۔ اس نمائش کو سجانے اور اس کیلئے مختلف چیزیں بنانے میں پاکستان کی گولڈن جوبلی کو خاص طور پر مدنظر رکھا گیا تھا۔ تحریک پاکستان میں جماعت احمدیہ کے کردار کو چارٹس اور گرافس کے ذریعہ نمایاں کیا گیا اس طرح الیکٹرانک برین کے ذریعہ بھی پاکستان کے متعلق معلومات زائرین تک پہنچائیں گئیں۔ علاقہ لاہور نے اس سلسلہ میں خصوصی چارٹس تیار کیے۔

اختتامی تقریب:۔ سالانہ صنعتی نمائش کی اختتامی تقریب مورخہ ۱۶ اگست رات ساڑھے نو بجے ایوان محمود کے غربی لان میں منعقد کی گئی۔ اس تقریب کیلئے معززین کو کافی تعداد میں دعوت نامے بھجوائے گئے۔ اس تقریب کے مہمان خصوصی مکرم و محترم سید میر مسعود احمد صاحب انچارج شعبہ تخصص نے نمائش دیکھی۔ اس کے بعد تقریب کا باقاعدہ آغاز تلاوت قرآن کریم سے ہوا۔ عہد اور نظم کے بعد خاکسار ناظم اعلیٰ نے تیسری آل پاکستان صنعتی نمائش کی رپورٹ پیش کی اور مہمان خصوصی کا تعارف کروایا۔ بعد ازاں مہمان خصوصی مکرم و محترم میر مسعود احمد صاحب نے اعزاز پانے والے خدام میں انعامات تقسیم کئے۔ انعامات میں شیلڈز، کتب اور اسناد امتیاز دی گئیں۔ تقسیم انعامات کے بعد مہمان خصوصی نے دعا کروائی اور یوں اس تقریب کا اختتام ہوا۔

تاثرات

مکرم و محترم سید مسعود احمد صاحب نگران شعبہ تخصص

"ماشاء اللہ بہت خوب ہے"

مکرم و محترم ملک خالد مسعود صاحب ناظر امور عامہ

"جزاھم اللہ احسن الجزاء۔ قابل تحسین و آفرین کاوشیں ہیں"

مکرم و محترم مولانا سلطان محمود صاحب انور ناظر اصلاح و ارشاد مرکزیہ

"تدریجاً نمائش میں ترقی، جدت اور وسعت پذیر ہے۔ اللہ مبارک کرے"

مکرم منصور احمد صاحب بشیر مربی سلسلہ عالیہ احمدیہ

"الحمدللہ بہت محنت کی گئی ہے۔ تاہم ابھی بہت کچھ بہتری کی گنجائش ہے"

چند اہم امور:۔

☆ آغاز سے ایک روز قبل صدقہ دیا گیا۔
☆ ہر شریک خادم کو سند شرکت دی گئی۔
☆ ہر شریک خادم کو ہدایت نامہ جاری کیا گیا۔
☆ ہر شریک خادم سے ایک کوائف فارم پر کروایا گیا۔
☆ جملہ شرکاء نمائش کو نمائش کے بعد شکریے کے خطوط لکھے گئے۔
☆ جن اضلاع سے نمائندگی نہیں ہوئی تھی آئندہ سال انہیں ہمت سے کام کرنے کی تحریک کی گئی۔
☆ جن قائدین اضلاع نے نمائندگی کروائی انہیں بھی شکریہ کے خطوط لکھے گئے۔

اعزاز پانے والے خدام و نتائج

مندرجہ ذیل خدام نے مختلف شعبہ جات میں پوزیشنز حاصل کیں بغرض ریکارڈ دعا ان کے اسماء پیش ہیں۔

نتیجہ دستکاری

اول: داؤد سلیمان ولد محمد سلیمان، بھاٹی گیٹ لاہور، لکڑی اور فارمیکا سے لڈو اور شطرنج

دوم: لطف الرحیم ولد عبدالسلام، فیکٹری ایریا حیدر آباد، پلاسٹر آف پیرس سے تیار چند نمونے

سوم: فیاض احمد ملک گکھڑ منڈی ضلع گوجرانوالہ، آرائشی مچھلی

حوصلہ افزائی: اشتیاق احمد ولد اشفاق احمد، سرگودھا شہر، لکڑی کے آرائشی پیس

نتیجہ الیکٹرونکس

اول: طاہر احمد ملک ولد ملک وسیم احمد علامہ اقبال ٹاؤن لاہور، سولر بیٹری چارجر

دوم: عفان بن ارشد ولد چوہدری ارشد علی صاحب گلشن راوی لاہور، الیکٹرانک کمیونیکیشن سسٹم

سوم: توصیف راجپوت ولد کرامت اللہ، عزیز آباد کراچی انٹرنیٹ پر جماعت کی ہسٹری

حوصلہ افزائی: یحیی صادق مفتی ولد مجتبی صادق مفتی صاحب، صدر کراچی کمپیوٹر پروگرامنگ

نتیجہ ماڈلز

اول: ظہیر احمد ولد نذیر احمد صاحب، فضل عمر فیصل آباد تاج محل منارۃ المسیح وغیرہ

دوم: منور احمد شہزاد ولد مبارک احمد کوئٹہ شہر کوئٹہ منارۃ المسیح لکڑی کا ماڈل

سوم: رشید احمد ولد فیض احمد صاحب سول لائن گوجرانوالہ پہلوانی کے آلات کے ماڈل

حوصلہ افزائی: سہیل احمد قریشی ولد طفیل احمد سیالکوٹ شہر گھر کا ماڈل

نتیجہ پینٹنگز + فوٹو گرافی + کیلیگرافی

اول: نفیس احمد ولد چوہدری محمد حنیف صاحب، دارالرحمت وسطی ربوہ، پینٹنگ منارۃ المسیح اسلامی اصول کی فلاسفی

دوم: وقار احمد قریشی ولد مبارک احمد، ناظم آباد کراچی

سوم: سیف الاسلام طاہر ولد داؤد احمد قریشی صدر کراچی شیر کی تصویر

حوصلہ افزائی: عطاء اللہ صدیقی محمود آباد کراچی، منارۃ المسیح کی پینٹنگ

نتیجہ متفرق

اول: عمران قیصر ولد بشیر احمد دارالحمد فیصل آباد، ۳۶۵ ممالک کی ٹکٹیں اور ۲۹ ممالک کے سکے

دوم: طیب احمد رانا ولد سیف الرحمان صاحب، شور کوٹ کینٹ جھنگ، گندم کے تنے سے بنائے ہوئے فریم

سوم: ڈاکٹر مبارک احمد صاحب ولد شریف احمد صاحب، حافظ آباد شہر، ہومیوپیتھک پوٹنٹائزر

حوصلہ افزائی: مدثر شاہد ولد منور احمد شاہد، وحدت کالونی لاہور مختلف چارٹس

خصوصی انعامات

۱۔ وسیم احمد مغل گوجرانوالہ الیکٹرک چکی
۲۔ عبدالعزیز ولد محمد یار سلانوالی سرگودھا فرنیچر ز دستکاری
۳۔ فضل احمد ولد محمد شریف شیخوپورہ چارٹس
۴۔ عارف احمد ولد مظفر احمد علوم وسطی ربوہ، بیت اللطیف کا ماڈل
۵۔ حفیظ اقبال ساحر ولد لطف الرحمان ناز دارالشکر ربوہ پینٹنگز
۶۔ شیخ نثار احمد ولد شیخ محمود احمد سمہ سٹہ بہاولپور پینٹنگز
۷۔ محمد ظفر اللہ ولد محمد شریف طاہر، سانگھڑ شہر سانگھڑ تھوموپول سے Love For All
۸۔ نسیم احمد ولد عبدالغفور خوشاب شہر، فرنیچر کے ماڈل
۹۔ احمد خالد قمر ولد قاسم علی صاحب، دارالفضل فیصل آباد، مینارۃ المسیح
۱۰۔ شعیب منیر ولد منیر احمد طاہر نواب شاہ شہر، تھرموپول کے ماڈلز
۱۱۔ نجیب احمد ولد سلطان احمد، شاہ تاج منڈی بہاؤالدین، لکڑی سے ایک ورزشی آلہ
۱۲۔ مقصود احمد ولد فیض احمد ظفر، جنرل ہسپتال لاہور F.M مائیک

اسی طرح سب سے زیادہ اشیاء لانیوالا ضلع لاہور

❀

اعلان ولادت

○ مکرم برادرم انتصار احمد صاحب نذر مہتمم وقار عمل کو اللہ تعالیٰ نے ۲۲ اگست ۱۹۹۷ء پہلے بیٹے سے نوازا ہے۔ نومولود کا نام حضور ایدہ اللہ بنصرہ العزیز نے "ابتسام احمد نذر" رکھا ہے۔

○ مکرم برادرم حافظ حفیظ الرحمان صاحب نائب مہتمم اطفال کو اللہ تعالیٰ نے بیٹی سے نوازا ہے۔ نومولودہ کا نام قدسیہ رحمٰن رکھا گیا ہے۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ ان آنیوالوں کو اللہ تعالیٰ نیک صالح اور دین کا خادم بنائے۔ لمبی اور صحت و سلامتی والی عمر سے نوازے اور والدین کی آنکھوں کے لئے باعث ٹھنڈک ہوں۔ آمین

ڈاکٹر عبدالسلام نمبر

انشاء اللہ تعالیٰ اکتوبر نومبر ۹۷ء کا شمارہ ڈاکٹر عبدالسلام نمبر ہوگا۔ اکتوبر کا الگ شمارہ شائع نہیں ہوگا۔ قارئین کرام و ایجنٹ صاحبان نوٹ فرمالیں۔

اس طرح اگر کسی دوست کے پاس ڈاکٹر صاحب کی کوئی تصویر ہو یا ڈاکٹر صاحب کے بارے میں کوئی واقعہ تحریر فرمانا چاہیں تو براہ کرم ستمبر کے آخر تک ہمیں ارسال فرمادیں۔ جزاکم اللہ احسن الجزاء

اسی طرح خالد کا جولائی اگست کا اکٹھا شمارہ "گولڈن جوبلی پاکستان نمبر" تھا۔ جو کہ قائدین کی معرفت تمام خریداران کو ارسال کیا جاچکا ہے۔ اگر کسی صاحب کو رسالہ نہ ملا ہو تو اپنے قائد صاحب سے رابطہ کریں تا وہ ضلعی مقام سے رسالہ منگوا سکیں۔ (ادارہ)

ہفتہ تجنید و مال

15 سے 22 ستمبر 1997ء

15 سے 22 ستمبر تک تمام مجالس میں ہفتہ تجنید منایا جارہا ہے۔ تمام قائدین سے درخواست ہے کہ اپنی مجالس کے سو فیصد خدام پر مشتمل فہرست تجنید مرکز ارسال فرمائیں اور ایک اہم بات مدنظر رکھیں کہ اپنے نومبائع بھائیوں کے نام لکھنا نہ بھولیں۔

اسی طرح انہیں تاریخوں میں شعبہ مال کی طرف بھی بھرپور توجہ فرماتے ہوئے سو فیصد وصولی فرماکر حسب قواعد مرکز ارسال فرمائیں۔ جزاکم اللہ احسن الجزاء

(مہتمم تجنید و مہتمم مال)
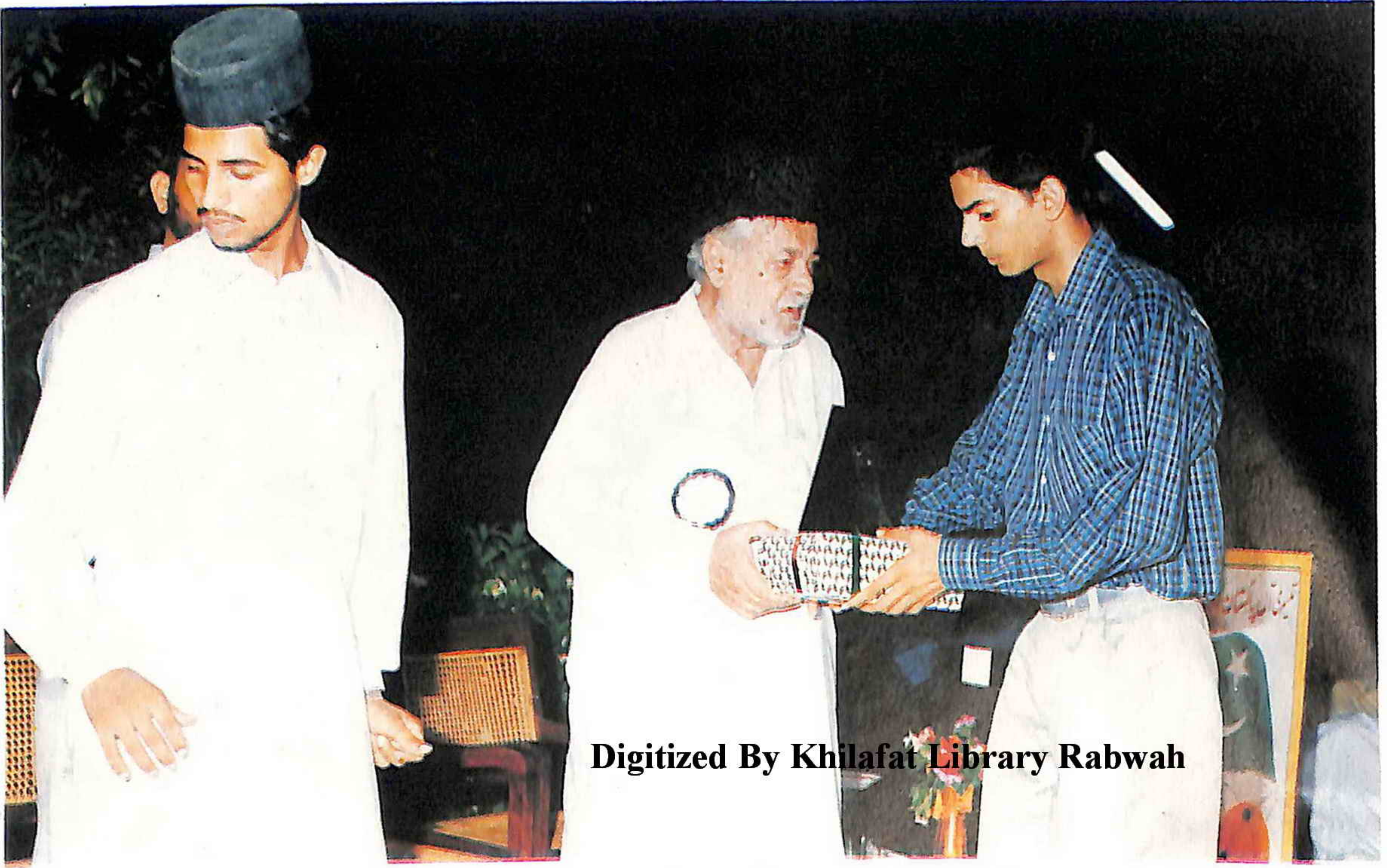
محترم سیّد میر مسعود احمد صاحب نمائش میں امتیاز پانے والے خوش نصیب خدام کو انعامات، ٹرافیاں اور سندات امتیاز عطا فرما رہے ہیں۔ تصویر میں مکرم طاہر احمد ملک، ملک وسیم احمد ضلع لاہور انعام وصول کرتے ہوئے۔ آپ شعبہ الیکٹرانکس میں اوّل قرار پائے۔

افتتاحی تقریب کے مہمانِ خصوصی محترم ملک خالد مسعود صاحب امیر مقامی و ناظر امور عامہ سٹیج پر تشریف فرما ہیں۔ آپ کے ہمراہ محترم مولانا سلطان محمود صاحب انور بھی تشریف رکھتے ہیں۔ اِس تقریب میں عزیزم طاہر محمود صاحب عادل نظم پیش کر رہے ہیں۔

Monthly **Khalid** Rabwah

Regd. No. CPL-139 *Editor. Sayyed Mubashir Ahmad Ayaz* September 1997

اختتامی تقریب کے مہمانِ خصوصی محترم سید میر مسعود احمد صاحب نمائش کا معائنہ کرتے ہوئے کراچی کے اسٹال پر۔
محترم صدر صاحب مجلس خدام الاحمدیہ پاکستان اور مکرم ناظم صاحب اعلیٰ صنعتی نمائش ۱۹۹۷ء بھی ہمراہ ہیں۔

ضلع سیالکوٹ کے خادم کے تخلیق کردہ کشتیوں کے دلآویز ماڈلز